80

عن يزيد بن ابى حبيب انه ﷺ مرّ على امرأتين تصلّيان فقال اذا سجدتما فضمّا بعض اللحم الى الارض ،فان المرأة فى ذالک لیست کالرجل..

(مراسیل ابی داؤد ص ۲۸ ،بیہقی ج ۲ ص ۲۲۳)

مرد اور عورت کی
نماز میں فرق

قرآن وحدیث، روایات صحابہ کرامؓ، اجماع امت اور آثار تابعینؒ کی روشنی میں ایک فکر انگیز تبصرہ

تالیفِ لطیف:
مولانا محمد امجد سعید

ناشر
اتحاد اہل سنت والجماعت لاہور

عن يزيد بن ابى حبيب انه ﷺ مرّ على امرأتين تصلّيان فقال اذا سجدتما فضمّا بعض اللحم الى الارض ،فان المرأة فى ذالک لیست کالرجل..
(مراسیل ابی داؤد ص ۲۸ ،بیہقی ج ۲ ص ۲۲۳)
مرد اور عورت کی
نماز میں فرق
قرآن وحدیث، روایات صحابہ کرامؓ، اجماع امت اور آثار تابعینؒ کی روشنی میں ایک فکر انگیز تبصرہ
تالیفِ لطیف:
مولانا محمد امجد سعید
ناشر
اتحاد اہل سنت والجماعت لاہور

نام کتاب	:	مرد اور عورت کی نماز میں فرق
مؤلف	:	مولانا محمد امجد سعید
تقریظ	:	مولانا ڈاکٹر رفیق انور
پروف ریڈنگ	:	مولانا ندیم انور
کمپوزنگ	:	فاروق اعظم
بار اول	:	1100
سن اشاعت	:	2009
ناشر	:	اتحاد اہل سنت والجماعت لاہور
ملنے کے پتے	:	مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور

جامعہ مسجد صدیق اکبر ہربنس پورہ لاہور

فون: 0321-4082096

فہرست مضامین

(حصہ اول)

تقریظ

حضرت مولانا ڈاکٹر رفیق انور صاحب مدظلہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد

اس پر فتن دور میں بہت سارے فتنے سر اٹھائے ہوئے ہیں ہر ایک اپنے دام فریب میں پھنسانے کیلئے قرآن وحدیث ہی کو آڑ بنا رہا ہے انہی فتنوں میں ایک فتنہ غیر مقلدین المعروف ''اہل حدیث'' کا بھی ہے، جو قرآن وحدیث کے نام سے عوام الناس کو گمراہ کرنے میں مگن ہیں، ضرورت تھی کہ ان کی گھناؤنی چالوں کو طشت ازبام کے جائے چنانچہ اس ضرورت کو ''اتحاد اہل سنت والجماعت پاکستان'' کے قائدین نے احسن طریقے سے پورا کیا اللہ تعالی ان کی مساعی جمیلہ کو شرف قبولیت سے نوازے اور انہیں ہر قسم کی نظر بد سے بچائے۔

ہمارے محترم ومکرم عالم نبیل فاضل جلیل حضرت مولانا قاری محمد امجد صاحب مدظلہ جو کہ بڑے فعال اور ذی استعداد مقرر، بیسیوں کتابوں کے مؤلف، صحافی اور کالم نگار ہیں۔ انہوں نے اس موضوع پر قلم اٹھایا اور اس کا حق ادا کردیا۔ اس سے قبل ان کی دو کتابیں ''سیف حنفی'' اور ''حنفی طریقہ نماز (مدلل)'' چھپ کر منظر عام پر آچکی ہیں اور انٹرنیٹ پر بھی ان کتابوں سے لاکھوں لوگ فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ ''مرد وعورت کی نماز میں فرق'' اس سلسلے کی یہ تیسری کاوش ہے۔ یہ کتاب کیا ہے اس کا فیصلہ تو قارئین کرام ہی فرمائیں گے میں تو اس سلسلہ مین یہ عرض کرونگا کہ ''دریا بکوزہ'' والی مثال سو فیصد صادق آتی ہے، مخدوم ومحترم نے حق تحقیق ادا فرمادیا ہے، غیر مقلدین کے نام نہاد علامہ صلاح الدین یوسف صاحب کو لوہے کے چنے چبوا چھوڑے، اگر اصولوں کے مطابق اور اپنے دعویٰ کی پابندی کرتے ہوئے چلے تو پھر ساری زندگی انشاءاللہ حافظ صلاح الدین ''موصوف'' کی اس تحقیق انیق کا جواب نہ دے پائیں گے۔

دعاء ہے کہ اللہ تعالی ہمارے مخدوم ومحترم کے زور قلم وبیان کو اور زیادہ فرمائے اور ہمیشہ اس قسم کے ''فرق ضالہ'' کا تعاقب کرنے کی توفیق نصیب فرمائے آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ

خاک پائے علمائے حق دیوبند مولانا ڈاکٹر رفیق انور (صاحب)

خطیب جامع مسجد مدنی ٹوبہ ٹیک سنگھ ۱۶/۱۱/۲۰۰۹

عرض مصنف

ہر مسلمان کو غور وفکر کی دعوت

ادلۂ شرعیہ چار ہیں (۱) قرآن (۲) حدیث وسنت (۳) اجماع امت اور (۴) قیاس شرعی۔ دینی مسائل کو سمجھنے کیلئے ترتیب وار ان دلائل اربعہ کو لے کر چلنا ہوتا ہے نبی کریم ﷺ نے واضح طور پر اس مسئلہ کو سمجھایا بھی ہے اور اس پر روشنی بھی ڈالی ہے چنانچہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے حضرت معاذؓ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو فرمایا معاذ جب فیصلے کی ضرورت پڑے گی تو کس طرح فیصلہ کروگے...؟ جواب میں حضرت معاذؓ نے عرض کیا کہ میں ''کتاب اللہ'' سے فیصلہ کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر کتاب اللہ میں نہ پائے تو...؟ عرض کیا پھر میں اللہ کے رسول ﷺ کی سنت سے فیصلہ کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر سنت رسول اللہ میں بھی نہ پایا تو پھر کیسے فیصلہ کروگے...؟ حضرت معاذؓ نے عرض کیا کہ پھر میں اپنے اجتہاد سے فیصلہ کرونگا۔ آپ ﷺ نے اس پر خوشی کا اظہار فرمایا (ابو داؤد باب اجتہاد الرائے بالقضاء) اس روایت سے پتہ چلا کہ ہر مسئلہ قرآن وحدیث میں موجود نہیں بلکہ بعض مسائل اجتہاد کے حامل بھی ہوتے ہیں لہٰذا ''اہل حدیث'' حضرات کا یہ دعویٰ کہ ہر مسئلہ صرف اور صرف قرآن وحدیث سے ہی حل ہوتا ہے بالکل غلط اور سراسر قرآن وسنت کے اصولوں کے خلاف ہے۔

فقہ اور فقہائے کی عظمت اسلام میں قرن اول سے ہی چلی آرہی ہے۔ مسائل شرعیہ میں فقیہ ہونا اللہ تعالی کی بہت بڑی نعمت ہے اسی لئے اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت ابن عباسؓ کیلئے فقیہ ہونے کی دعاء ان الفاظ میں فرمائی للھمّ فقه فی الدین (بخاری ج۱ص۲۶) اور جن کے پاس فقہ نہیں اللہ نے ان کے متعلق اللہ رب العزت نے اپنے مقدس کلام میں یوں فرمایا ولکنّ المنافقین لا یفقھون (القرآن) یعنی منافقین کے پاس فقہ نہیں اور پھر عام اور جاہل آدمی کو مجتہد فقہاء کی اتباع کا حکم دیتے ہوئے فرمایا فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون (القرآن) لہٰذا فقہاء کی پیروی سے لوگوں کو روکنا گمراہی ہے۔

اس وقت ایک فرقہ اہل حدیث کے نام سے فقہ اور فقہائے کرام سے عوام الناس کو متنفر و بیزار کرنے میں مگن ہے ان کا کہنا یہ ہے کہ اپنے مطالعہ کے زور پر قرآن وسنت کو سمجھو اور اسلاف میں سے کسی ایک صحابیؓ، تابعیؒ اور فقیہؒ کی پیروی نہ کرو۔ حالانکہ ان کا یہ دعویٰ بالکل غلط اور شرعی اصولوں کے خلاف

ہے۔ ذرا سوچیں جن حضرات صحابہ کرامؓ پر قرآن نازل ہوا وہ تو خود عربی تھے لیکن اس کے باوجود قرآن وحدیث کی تعلیم نبی کریم ﷺ سے لینے پر مجبور تھے پھر آج ہم احادیث کی عربی کتابوں کا محض اردو ترجمہ دیکھ سارے دین کو کیسے سمجھ سکتے ہیں....؟ ہمیں یہ کیسے معلوم ہوگا کہ یہ حدیث پہلے دور کی ہے یا یہ حدیث آخری دور کی ہے....؟ اور یہ حدیث منسوخ ہے اور ناسخ....؟ اس لئے عام آدمی کو احادیث کی کتابوں کا ترجمہ دیکھ کسی حدیث پر عمل کرنا دھوکے میں نہ ڈالے۔ لہٰذا عام آدمی پہلے اہل علم سے یہ پوچھ لے کہ یہ حدیث کہیں ''منسوخ'' تو نہیں....؟ اہل حدیث حضرات بھی دین منسوخہ پر لوگوں کو لگا کر تباہی کی طرف لے جا رہے ہیں۔ جبکہ اہل سنت والجماعت احناف اسی دین کو لے کر چلنے والے ہیں جو آپ ﷺ نے اپنے آخری ایام میں صحابہؓ کے حوالے کیا۔

اہل حدیث حضرات نے جہاں چودہ سو سال سے چلے آنے والے مذہب احناف اہل سنت والجماعت کے اور بہت سارے مسائل میں اختلاف کیا اور عوام الناس کو دھوکے میں ڈالا وہاں ایک مسئلہ ''مرد وعورت کی نماز میں فرق'' کا بھی ہے۔ اس مسئلہ میں بھی غیر مقلدین لوگوں کو یہ باور کروانے کی ''کذابانہ کوشش'' کرتے ہیں کہ احناف کے پاس مسئلہ ہٰذا میں کوئی دلیل نہیں۔ جبکہ الحمدللہ احناف کے پاس اس حوالے سے بڑے مضبوط ترین دلائل موجود ہیں۔

اس کتاب میں مرد وعورت کی نماز کے درمیان فرق کو قرآن مجید، احادیث رسول ﷺ، صحابہ کرامؓ، تابعین عظامؒ، اجماع امت اور قیاس شرعی کی روشنی میں بڑے ہی آسان الفاظ میں تحریر کیا گیا ہے۔ ہماری آپ سے درخواست ہے کہ اس کتاب میں بیان کردہ ''عورتوں کے طریقہ نماز'' کا بغور مطالعہ فرمائیں اگر آپ نے کتاب ہٰذا کو اچھی طرح پڑھا تو یقیناً اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ غیر مقلدین حضرات ''اہل حدیث'' کے روپ میں امت مسلمہ کے لئے ایک بہت بڑا فتنہ ہیں۔

محمد امجد سعید ۲۳/۱۱/۲۰۰۹

(پہلا حصہ)

خواتین کا طریقہ نماز اور احناف کا مدلل مؤقف

غیر مقلدین کی مکاریاں

نبی کریم ﷺ اور صحابہؓ وتابعینؒ کے زمانے سے لے کر آج تک مرد وعورت کی نماز میں کبھی بحث نہ ہوئی تھی عورتیں الگ طریقے سے نماز پڑھتی جبکہ مرد الگ طریقے سے۔ اس طریقے کا ثبوت قرآن وحدیث اور اجماع امت میں بڑی صراحت کے ساتھ ملتا ہے۔ لیکن اب اچانک اہل حدیث علماء کی طرف سے امت کے اندر افتراق وانتشار کی راہیں ہموار کرنے کیلئے مرد وعورت کی نماز پر بحث شروع کر دی گئی ہے تاکہ ہر گھر میں لڑائی اور مار کٹائی شروع ہو جائے۔ ظاہر ہے جب مرد وعورت میں جھگڑا ہوگا تو انکا گھر فتنہ وفساد کی اماج گاہ بھی بنے گا۔

زیر نظر کتاب میں دلائل وبراہین سے مسئلہ کی وضاحت کر کے ''مرد وعورت کی نماز میں فرق'' کو احادیث رسول ﷺ، روایات صحابہ کرامؓ اور آثار تابعینؒ وتبع تابعینؒ کی روشنی میں سمجھایا گیا ہے۔ اہل حدیث علماء ہر مسئلے پر، ہر جگہ اور ہر ایک سے ''صحیح اور مرفوع حدیث'' کا تقاضا کرتے ہیں جبکہ انکے اپنے پاس اپنے ہر عمل کیلئے ''صحیح اور مرفوع حدیث'' موجود نہیں۔ یہ حضرات عوام الناس پر محض جھوٹا رعب جمانے اور اپنی علمی دھاگ بٹھانے کیلئے بناوٹی نعرے بلند کرتے ہیں جبکہ اس کا حقیقت کے ساتھ دور کا بھی واسطہ نہیں۔ اگر آپ آزمانا چاہتے ہیں تو ان سے سوال کریں کہ یہ حضرات ''مرد وعورت'' کی نماز میں فرق نہ کرنے پر کوئی ایک حدیث بھی ایسی لا سکتے ہیں جو ''مرفوع'' ہونے کے ساتھ ساتھ صحیح اور صریح بھی ہو۔ ہر ہر مسئلہ پر مرفوع اور صحیح حدیث کا تقاضا کرنا آسان ہے لیکن غیر مقلدین کیلئے اس پر پورا اترنا بڑا مشکل ہے۔ کیونکہ مکمل دین کو سمجھنے کیلئے مرفوع حدیث کے ساتھ ساتھ موقوف اور مقطوع حدیث کو بھی لینا پڑتا ہے۔ اس کتاب میں آپ مرد وعورت کی نماز میں فرق کے حوالے سے بے لاگ تبصرہ بھی پڑھیں گے اور اہل حدیثوں کی شاطرانہ چالوں سے بھی آگاہی حاصل کریں گے۔

مرد وعورت کی نماز کو ایک جیسا ثابت کرنے کیلئے ایک غیر مقلد عالم صلاح الدین یوسف صاحب کی کتاب ''کیا عورتوں کا طریقہ نماز مردوں سے مختلف ہے؟'' نظروں سے گزری یہ کتاب

دراصل ہمارے ایک بہت بڑے عالم اور دارالعلوم کراچی کے مفتی حضرت مولانا سبحان صاحب رحمۃ اللہ (جن کا اصل نام سحبان" ہے) کے فتویٰ اور حضرت مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہ کی کتاب ''خواتین کا طریقہ نماز'' کے جواب میں لکھی گئی ہے۔اس کتاب میں اکثر مقامات پر احناف اہل سنت والجماعت اور اکابرین علمائے دیوبند پر الزام تراشی سے کام لیا گیا ہے۔کتاب ھذا میں احناف پر سب سے بڑا الزام یہ لگایا گیا ہے کہ ۱۴سو سال سے چلا آنے والا ''حنفی'' عورتوں کا ''طریقہ نماز'' درست نہیں۔ لہٰذا عورتوں کو اپنی نمازیں درست کرتے ہوئے مردوں ہی کی طرح طریقہ اختیار کرنا چاہئے۔حالانکہ احناف اہل سنت والجماعت کی خواتین چودہ سو سال سے جو نمازیں پڑھتی چلی آرہی ہیں وہ سو فیصد صحیح اور سنت کے عین مطابق ہیں۔

غیر مقلدین، ادارہ دارالسلام اور صلاح الدین صاحب جیسے روشن خیال ''مشیر''، تو یہ کہنے پر بضد ہیں کہ اہل سنت کی خواتین کے پاس حنفی طریقہ نماز پر ایک بھی صحیح حدیث موجود نہیں حالانکہ ان حضرات کا یہ کہنا سفید جھوٹ اور احناف اہل سنت پر بہت بڑا بہتان ہے۔اس الزام کی قلعی تو آپ کے سامنے چند سطور کے بعد کھل جائے گی۔لیکن تعجب ہمیں اس بات پر ہے کہ ''وفاقی شرعی عدالت'' کے مشیر رہنے والے حافظ صلاح الدین صاحب اور قرآن وحدیث کا ٹھیکدار بن کر کام کرنے والا ادارہ ''دارالسلام'' کے حل عقدا گر ''عبارات'' میں گڑھ بڑھ کرکے خیانت سے کام لے سکتے ہیں تو باقی اہل حدیث ''علماء اور شیوخ'' کا کیا حال ہوگا.....؟اللھم احفنا منه

....

دلائل کا جائزہ

آیئے صلاح الدین یوسف صاحب کے پیش کردہ دلائل اور احناف اہل سنت والجماعت پر لگائے گئے الزامات کا جائزہ لیں اور حقائق کو جاننے کی کوشش کریں۔اپنے مدعیٰ کو ثابت کرنے کیلئے حافظ صاحب نے سب سے پہلے جو دلیل دی ہے وہ یہ ہے "صلوا کما رأیتمونی اصلی" (کیا خواتین کا طریقہ نماز مردوں سے مختلف ہے؟ص۵) یہ حدیث صحیح بخاری کی ایک طویل روایت کا چھوٹا سا ٹکڑا ہے۔جسے بطور دلیل بنا کر غیر مقلدین اور حافظ صاحب مرد وعورت کے نماز میں تفریق کے لئے پیش کرتے ہیں۔حالانکہ اگر اس ادھوری روایت کے مکمل الفاظ کا بغور مطالعہ کریں تو آپ کو بڑی صراحت کے ساتھ یہ معلوم ہو جائے گا کہ یہ روایت مرد وعورت کی نماز میں فرق نہ کرنے پر بالکل دلالت نہیں کرتی۔بلکہ صلاح الدین صاحب اور ان کی جماعت کی بد دیانتی تو دیکھئے کہ حدیث کے ایک ٹکڑے کو لے کر اپنے خود ساختہ عقیدے کی بنیاد رکھ رہے ہیں اور پھر ظلم اس پر یہ کہ صحیح نماز پڑھنے والوں کو بھی اپنے پیچھے چلنے کا کہہ رہے ہیں۔

مرد وعورت کی نماز پر غیر مقلدین کی دلیل اور اسکی حقیقت

اگر صحیح بخاری کی اس روایت کے سیاق وسباق کو ساتھ ملا کر پڑھیں تو یہ حدیث غیر مقلدین کی دلیل بن ہی نہیں سکتی۔ہم آپکے سامنے ''بخاری کی مکمل روایت رکھتے ہیں اور پھر فیصلہ بھی آپ پر ہی چھوڑتے ہیں۔پہلے روایت کا مکمل متن دیکھ لیجئے "مالک اتینا النبی ﷺ ونحن شببة متقاربون فاقمنا عنده عشرين يوما وليلة وقال رسول الله رحيما رفيقا، فلمّا ظنّ انّا اشتهينا اهلنا،وقد اشتقنا سألنا عمّن تركنا بعدنا فاخبرناه فقال ارجعوا اهليكم فاقيموا فيهم وعلّموا ومروهم وذكر اشياء احفظها اولا احفظها،وصلوا كما رأيتموني اصلّى،فاذاحضرت الصلوٰة فليؤذّن لكم احدكم وليؤمّكم اكبركم" (بخاری ج اص ۸۸،الرقم الحدیث ۶۰۰) حضرت مالکؓ نے حدیث بیان کی کہ ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے والے چند نوجوان تھے آپ ﷺ کی خدمت میں بیس دن قیام رہا رسول اللہ ﷺ بڑے رحم دل اور رقیق القلب تھے جب آپ ﷺ کو معلوم ہوا کہ ہمیں اپنے گھر جانے کا اشتیاق ہے تو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تم لوگ اپنے گھر کے چھوڑ کر آئے

ہو....؟ ہم نے بتلایا.....! پھر آپ ﷺ نے فرمایا اپنے گھر جاؤ اور انکے ساتھ قیام کرو۔ انہیں دین سکھاؤ اور دین کی باتوں کا حکم کرو۔ آپ ﷺ نے بہت سی چیزوں کا حکم فرمایا (جن کے متعلق حضرت مالکؓ فرماتے ہیں کہ) وہ مجھے یاد ہیں یا نہیں اور پھر فرمایا اس طرح نماز پڑھنا جیسے تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا، اور جب نماز کا وقت ہو جائے تو تم میں سے کوئی ایک اذان دینا اور جو تم میں سے سب سے بڑا ہو وہ نماز پڑھائے...... یہ ہے مکمل حدیث کا ترجمہ جس کے ایک چھوٹے سے ٹکڑے کو لے کر حافظ صاحب نے عوام الناس کو دھوکا دینے کی کوشش کی ہے۔

بخاری کی روایت اور اصل حقیقت

بخاری کی اس مکمل روایت کو ایک دفعہ پھر پڑھیں اور دیکھیں کہ کیا اس روایت کے کسی بھی حصہ میں "مرد و عورت کی نماز" کا اشارۃً بھی تذکرہ ملتا ہے.....؟ ہرگز نہیں.....! بلکہ اس پوری روایت میں عورتوں کا ذکر تک نہیں ملتا۔ اس روایت میں تو چند نوجوان مردوں کو شریعت کے احکامات کی پابندی کا حکم دیا جا رہا ہے اور ساتھ ہی ساتھ اذان اور نماز کی تلقین بھی فرمائی جا رہی ہے۔ اور یہ بات بھی ذہن نشین فرما لیں کہ امام بخاریؒ اس روایت کو "مسافر" کی نماز اور اذان کے سلسلے میں لائے ہیں نہ کے تمام نمازوں کے متعلق۔ پھر اس بات میں بھی ذرا غور فرمائیں کہ روایت ھٰذا میں "صلّوا لما رأیتمونی اصلّی" کے بعد آپ ﷺ نے یہ حکم بھی دیا کہ "فاذاحضرت الصلٰوۃ" کہ جب نماز کا وقت ہو جائے تو "فلیؤذن لکم احد کم" "تم میں سے کوئی ایک اذان دے۔ ظاہر ہے کہ اس حکم کے مجاز صرف مرد ہی ہیں نہ کہ عورتیں۔ اسی طرح آگے فرمایا "ولیؤمکم اکبر کم" اور جو تم میں سے بڑا ہو وہ نماز پڑھائے۔ اس حکم کے بھی فقط "مرد ہی مخاطب ہیں نہ کہ خواتین......

سوال یہ ہے کہ جب اس روایت میں مخاطب صرف مردوں کو کیا جا رہا ہے نیز اذان اور امامت کے مسائل جب مردوں کے متعلق ہیں تو پھر حافظ صاحب نے اس روایت کو توڑ موڑ کر اپنے مدعٰی کیلئے کیوں پیش کیا.....؟ کیا کسی بھی محدّث یا فقیہ نے اس روایت سے "مرد و عورت کی نماز میں کوئی فرق نہیں" کے طور پر استدلال کیا ہے.....؟ حافظ صاحب سمیت پوری غیر مقلدیت کو اس حوالے سے "کھلا چیلنج" ہے کہ وہ کسی بھی محدّث یا فقیہ سے اس روایت کے حوالے سے اپنا "مدعٰی" ثابت کر دیں....؟

اگر اس روایت کو اپنے عموم پر ہی رہنے دیا جائے تو پھر عورتوں کی اذان اور امامت کا مسئلہ بھی

نکل آئے گا۔ کیا حافظ صاحب عورتوں کے پیچھے نماز پڑھنے کیلئے تیار ہیں....؟ یا... یہاں بھی کوئی منطقی جواب دے کر اپنی جان چھڑائیں گے۔ اس تفصیل سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ مرد و عورت کی نماز کے حوالے سے جو روایت غیر مقلدین پیش کرتے ہیں وہ کسی طرح بھی انکی دلیل نہیں بن سکتی۔ لہٰذا احناف اہل سنت والجماعت کے واضح دلائل کی روشنی میں مرد و عورت کی نماز میں فرق کیا جائے گا۔

صلاح الدین نے مرد و عورت کی نماز میں کچھ فرق تو خود بھی مانا ہے

صلاح الدین صاحب نے مرد و عورت کی نماز کے حوالے سے تھوڑے فرق کا تو خود بھی اقرار کیا ہے۔ مثلاً (۱) عورتیں اوڑھنی کے بغیر نماز نہ پڑھیں (۲) مساجد میں حاضر ہونا عورتوں پر فرض نہیں حالانکہ جو روایت حافظ صاحب نے پیش کی ہے اس روایت میں ان دونوں چیزوں کا ذکر نہیں۔ معلوم ہو کہ حافظ صاحب نے دوسری روایات سے اس فرق کو مانا ہے۔ جس طرح حافظ صاحب نے دوسری روایات سے مرد و عورت کی نماز میں فرق کو تسلیم کیا ہے اسی طرح ہم نے بھی دوسری احادیث و آثار صحیحہ کی وجہ سے رفع یدین، رکوع، سجدہ اور تشہد میں مرد و عورت کے درمیان فرق کو تسلیم کیا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ صلاح الدین صاحب "اہل سنت والجماعت احناف" کی مخالفت میں صحیح روایات کو بھی نعوذ باللہ ردّی کی ٹوکری میں پھینکتے چلے گئے اور تابعینؒ و تبع تابعینؒ تک کو بھی معاف نہیں کیا یہ حقیقت اپنے مقام پر ہی کھل کر سامنے آئے گی اس لیئے میں یہاں پر اس بحث کو طول نہیں دینا چاہتا۔

دلائلِ احناف اور اعتراضات کے جوابات

حافظ صاحب نے اپنی تحریر میں احناف اہل سنت والجماعت اور علمائے دیوبند پر بھی کیچڑ اچھالتے ہوئے جھوٹے الزامات عائد کیے ہیں جس کی نشاندہی آپ کے سامنے ہوتی رہے گی یہاں پر اتنا ہی عرض کرنا ہے کہ غیر مقلدین المعروف اہل حدیث دعوٰی تو یہ کرتے ہیں کہ "ہم صرف اور صرف قرآن اور صحیح احادیث پر ہی عمل کرتے ہیں اور کسی تیسری چیز کو نہیں مانتے" جبکہ انکا یہ کہنا محض "دعوے" ہی کی حد تک محدود ہے حقائق کے ساتھ اس کا دور کا بھی واسطہ نہیں۔

آیئے ذیل کی سطور میں ہم آپ کے سامنے احناف کے دلائل بھی پیش کرتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ غیر مقلدین کے اعتراضات کا جواب بھی دیتے ہیں تا کہ احقاقِ حق کا فریضہ بھی ادا ہو اور اہلِ حدیثوں کے دجل و فریب سے بھی آگاہی حاصل ہو جائے۔

تکبیرِ تحریمہ میں مرد وعورت کے درمیان رفع یدین کرنے کا فرق

تکبیرِ تحریمہ کے وقت مرد کیلئے تو سنت طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر کانوں تک لے جائے لیکن عورت کیلئے سنت طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنے دونوں ہاتھ سینے تک لے جائے گی۔ اس سلسلے میں حضرت وائل بن حجرؓ سے صحیح حدیث معجمِ طبرانی کے اندر موجود ہے چنانچہ حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا "اذا صلّیت فاجعل یدیک، والمرأۃ تجعل یدیھا حذاء ثدییھا" (معجمِ طبرانی ج ۱۲ ص ۱۸ حدیث نمبر ۱۱۹۶۴۰) جب تم نماز شروع کرو تو اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاؤ اور عورت اپنے دونوں ہاتھ اپنی چھاتیوں تک اٹھائے۔

اس روایت میں مرد وعورت کے ہاتھ اٹھانے کی کیفیت اور فرق کو رسول اللہ ﷺ نے بڑے واضح الفاظ میں بیان فرمایا ہے اسی لئے احناف اہلِ سنت والجماعت عورتوں کو نماز کے ابتدائی رفع یدین میں مردوں کی طرح ہاتھ کانوں تک اٹھانے سے منع کرتے ہیں۔ لیکن صلاح الدین صاحب اس صحیح حدیثِ رسول ﷺ کو صرف علامہ ہیثمیؒ کے اس جملے "لم اعرفھا" کی تقلید میں ماننے کیلئے تیار نہیں۔ دوسرے لفظوں میں نبی ﷺ کی بات کو امتی کے کہنے پر چھوڑا جا رہا ہے کیا اسی کا نام "تقلید" نہیں....؟ پھر اپنے آپ کو اہلِ حدیث کہنا کہاں تک درست ہے....؟

روایت امّ یحییٰؒ کی توثیق

غیر مقلدین عوام الناس کو دھوکا دینے کیلئے علامہ ہیثمیؒ کی "لم اعرفھا" والی عبارت تو پڑھتے ہیں لیکن کیا وجہ ہے کہ علامہ ہیثمیؒ کی اسی کتاب میں اسی روایت کی سند کے متعلق یہ لکھا ہوا چھوڑ جاتے ہیں جس میں انہوں نے فرمایا "رجالہ ثقات" (مجمع الزوائد، کتاب الصلوۃ ج ۲ ص ۱۰۳) کہ اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں...؟ رہا معاملہ علامہ ہیثمیؒ کا "امّ یحییٰ" راویہ کی عبارت "لم اعرفھا" کا....؟ تو اس سے حدیث کی سند پر کوئی اثر نہیں پڑھتا۔ کیونکہ امّ یحییٰ "تابعیہ یا تبع تابعیہ" میں شامل ہیں اور یہ اصول ہے کہ تابعی یا تبع تابعی کا نام وخاندان مجہول ہونے کی وجہ سے اس کی ذات وصفات پر کوئی اثر نہیں پڑھتا کیونکہ یہ خیر القرون کے زمانے کے لوگ ہیں۔

خیر القرون کے زمانے کی تعریف

نبی کریم ﷺ، صحابہ کرامؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کے زمانے کو خیر القرون کا زمانہ کہتے ہیں اس

حوالے سے نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد بڑا واضح ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا "خیر امّتی القرن الذین یلونھم ثمّ الذین یلونھم ثمّ الذین یلونھم" (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۰۹) میری امت میں بہترین لوگ وہ ہیں جو میرے زمانے میں ہیں پھر ان سے ملے ہوئے پھر جو ان سے ملے ہوئے ہیں۔ گویا صحابہؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کا زمانہ خیر القرون کا زمانہ ہے۔

امام نوویؒ کا فیصلہ

اس روایت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے امامِ نوویؒ یہ فیصلہ صادر فرماتے ہیں "والصحیح انّ قرنہ ﷺ، الصحابۃؓ والثانی التابعونؒ والثالث تابعوھم" (شرح النووی علیٰ حاشیہ صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۰۹) یعنی یہ بات صحیح ہے کہ اس حدیث کے مطابق پہلا قرن نبی کریم ﷺ اور صحابہؓ کا آتا ہے جبکہ دوسرا قرن تابعینؒ کا اور تیسرا قرن تبع تابعینؒ کا آتا ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ تینوں زمانے اور ان زمانوں کے افراد "شر" سے پاک اور "خیر کثیر" کے حامل ہیں۔

اس حدیث کے تحت تابعینؒ اور تبع تابعینؒ پر بھی کسی قسم کی جرح قابلِ قبول نہیں بلکہ ان حضرات پر جرح کرنے سے بچنا چاہیے۔ کیونکہ ان حضرات کو "خیر امّتی" کا خطاب نبی علیہ سلام نے خود دیا ہے۔ اب ہم ان حضرات پر بد اعتقادی پیدا کر کے "خیر امّتی" کے خطابِ نبوی ﷺ سے نعوذ باللہ گرا نہیں سکتے، ہاں صلاح الدین جیسے جدید "مجتہد" اور "روشن خیال" ان نفوس قدسیہ پر لب کشائی فرمائیں تو اس بارے میں ہم کچھ کہہ نہیں سکتے.....!

امّ یحییٰؒ کے متعلق پوری وضاحت

حضرت امّ یحییٰ تابعیہ صغیرہ اور تبع تابعیہ بھی ہیں ان کا نام "تاریخ دمشق" میں "کبشہ" تحریر ہے۔ اور امّ یحییٰ ان کی کنیت ہے۔ جیسا کہ "اکمال الکمال" کے حاشیہ ج ۲ ص ۸۷۴ پر درج ہے۔ اس تاریخی اور باحوالہ وضاحت کے بعد علامہ ہیثمیؒ کا یہ فرمانا "لم اعرفھا" کہ میں ان کو نہیں پہچانتا ان کی ذات تک محدود رہ گیا لہٰذا علامہ ہیثمیؒ کا "لم اعرفھا" فرمانا اس روایت کی سند پر اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ اور پھر دوسری کتب صحیحہ سے بھی "امّ یحییٰ" کی حقیقت آشکارا ہو چکی ہے اس لیئے اب تو یہ مجہولہ بھی نہ رہیں۔ اور اگر بالفرض امّ یحییٰ مجہولہ بھی ہوں تو تب بھی ان کی یہ روایت قابلِ قبول ہوگی۔ کیونکہ یہ تابعیہ یا تبع تابعیہ ہیں اور ان حضرات کا زمانہ خیر القرون کا زمانہ ہے اور اس زمانے کے لوگوں پر "جرح"

نہیں مانی جائے گی۔۔ یاد رہے کہ مجہول اس راوی کو کہتے ہیں جس کا نام یا خاندان معلوم نہ ہو۔ لیکن صحابہ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کا نام یا خاندان معلوم نہ ہونے سے ان کی ذات وصفات پر کوئی اثر نہیں پڑھتا۔

کیا یہ اندھی تقلید نہیں......؟

صلاح الدین صاحب نے اس صحیح حدیث کو رد کرنے کیلئے سب سے پہلے علامہ ہیثمیؒ کی عبارت "لم اعرفها" کو اپنا مستدل بناتے ہوئے پیش کیا اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ "اصل مدار استدلال اسی روایت پر ہے جو استدلال وحجت کے قابل ہی نہیں" (کیا خواتین کا طریقۂ نماز مردوں کی طرح ہے؟ ص ۱۱) دیکھئے صلاح الدین صاحب نے نبی کریم ﷺ کے ایک صحیح ارشاد کو غلط توجیہات کر کے ماننے سے انکار کر دیا کیا اسی کا نام "اہلِ حدیثیت" ہے.....؟ اہلِ حدیث ساتھیوں سے گزارش ہے کہ وہ حافظ صاحب سے یہ ضرور پوچھیں کہ

کیا تابعیہؒ یا تبع تابعیہؒ کے مجہولہ ہونے سے اس کی صداقت میں کوئی کمی آتی ہے....؟

کیا تابعی یا تبع تابعی کی مذمت بیان کی جاسکتی ہے...؟

کیا علامہ ہیثمیؒ کے لم اعرفها کہنے سے یہ روایت "موضوع" ہو جائے گی....؟

اکیلے "لم اعرفها" کا جملہ ماننا اور "تاریخ دمشق واکمال الکمال" کے حوالوں کو نظر انداز کر دینا تقلیدِ شخصی نہیں....؟

جناب صلاح الدین صاحب مہربانی فرما کر یہ بھی بتلا دیں کہ علامہ ہیثمیؒ کے "رجالہ ثقات" والے جملے کو کیوں نہیں مانا اور "لم اعرفها" کے جملے کو کیوں مانا....؟

ایک غلط رٹ

حافظ صاحب نے اپنی تحریر میں جگہ جگہ "صحیح حدیث" کا لفظ استعمال کیا اور لوگوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ ہر مسئلہ کیلئے صحیح حدیث موجود ہے اور وہی حجت بھی ہے۔ اور اگر کسی مسئلہ کی وضاحت کیلئے صحیح حدیث نہ ہو تو پھر اس مسئلہ پر عمل کرنا درست نہ ہو گا جیسا کہ انہوں نے لکھا "یہ دعویٰ یکسر غلط ہے کیونکہ وہ ایک بھی صحیح حدیث اس بابت پیش نہیں کر سکے۔ (ایضا ص ۹) اور کتاب شائع کرنے والے عبدالمالک غیر مقلد صاحب نے تو یہاں تک لکھ دیا کہ "کیا عورتوں کا مردوں سے مختلف طریقے سے نماز پڑھنا احادیث صحیحہ سے بھی ثابت ہے....؟ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ ایک حدیث بھی ایسی نہیں

ہے" (ایضا ص ۴) افسوس کہ مسلکی مجبوریوں کے تحت یہ حضرات نبی کریم ﷺ کے صحیح ارشادات کو بھی ماننے کیلئے تیار نہیں۔ کیا ان حضرات کا یہ دعویٰ درست ہے اس کی وضاحت تو ہم آگے چل کر کریں گے لیکن یہ بات یاد رکھیں کہ "اہلِ حدیث" حضرات اپنی پوری نماز صحیح مرفوع حدیثوں سے ثابت نہیں کر سکتے۔ اور نہ ہی انکا یہ دعویٰ سو فیصد درست ہے....!

یہ دعویٰ صحیح نہیں کہ عمل کیلئے فقط صحیح اور مرفوع حدیث ہی ہونی چاہئے

کیا کسی مسئلہ پر عمل کرنے کیلئے صرف اور صرف صحیح حدیث ہی کافی ہوتی ہے....؟ اس مسئلہ کو بھی اچھی طرح سمجھ لیجئے۔ تاکہ حقیقت حال سے آگاہی بھی حاصل ہو جائے اور غیر مقلدین کے دجل کا بھی علم ہو جائے۔ یاد رکھیں کہ کسی مسئلہ کی وضاحت کیلئے صحیح حدیث نہیں ہوتی بلکہ "درجۂ حسن" کی روایت بھی ہوتی ہے اور بعض دفعہ ضعیف حدیث پر بھی تعامل امت کی وجہ سے عمل کرنا لازمی ہوتا ہے۔ آپ اسے یوں سمجھیں کہ امام ترمذیؒ "ترک رفع یدین" کے باب میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے جو روایت لائے ہیں وہ درجہ حسن کی ہے۔ اور اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ترکِ رفع یدین پر بہت سارے اہلِ علم صحابہؓ، تابعینؒ اور سفیانِ ثوریؒ اور تمام اہلِ کوفہ کا عمل ہے۔ (ترمذی باب ترکِ رفع یدین) معلوم ہوا کہ جو روایت امام ترمذیؒ کے نزدیک درجۂ حسن کی ہے اس پر بھی صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کا عمل رہا ہے لہٰذا عمل کیلئے درجہ حسن کی روایت بھی "قابلِ حجت" ہوئی۔

اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ امام ترمذی رحمہ اللہ اپنی معروف کتاب "سنن ترمذی" میں ضعیف روایت لا کر اس پر یوں اعلان فرماتے ہیں "العمل علیٰ هٰذا عند اهل العلم" (سنن ترمذی ج ۲ ص ۱۷۷، ۱۷۹) یعنی اہل علم کا اس روایت پر عمل ہے بلکہ اگر آپ ترمذیؒ کا صحیح مطالعہ کریں تو پتہ چلے گا کہ امام ترمذیؒ نے ایک مقام پر صحیح حدیث پر ضعیف حدیث کو بھی ترجیح دی۔ تفصیل کیلئے ترمذی کے کتاب النکاح اور باب "الزوجین المشرکین یسلم احدهما" کو دیکھیں۔

اب قارئین کرام خود ہی فیصلہ فرما لیں کہ امام ترمذیؒ جیسے وسیع النظر محدّث اور امام بخاریؒ کے مایۂ ناز شاگرد مذاہب کا علم زیادہ رکھتے ہیں یا آج کل کے اہلِ حدیث اور صلاح الدین صاحب...؟ جب امام ترمذی حسن روایت پہ صحابہؓ کا اور ضعیف روایت پر "اہلِ علم" کا عمل بتلا رہے ہیں تو پھر پندرویں صدی کے غیر مقلدین کا یہ کہنا کہاں تک درست ہو گا کہ "عمل کیلئے صرف صحیح حدیث ہی ہونی چاہئے"...؟

تلقی بالقبول اوراجماع سے ضعیف حدیث بھی صحیح ہوجاتی ہے

امام جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں ''کہ جس حدیث کی سند صحیح نہ ہو لیکن امت میں تلقی بالقبول حاصل ہو تو وہ حدیث بھی ''صحیح'' ہے'' (تدریب الراوی ص ۶۷ بیروتی وقدیمی کتب خانہ) اور علامہ ابنِ حزمؒ فرماتے ہیں کہ ''کوئی ایسی روایات جس کی روایت میں ضعف ہو لیکن اس کے لینے اور اس پرعمل کرنے کے سلسلے میں ''اجماع'' ہو چکا ہو تو ہم یقیناً یہ جان لیں گے کہ یہ حدیث ''صحیح'' ہے اور اس میں کوئی شک نہیں'' (توجیہ النظر الی اصول الاثر ص ۵۰) ان دونوں عبارتوں سے پتہ چلا کہ تلقی بالقبول اوراجماع امت یہ اصطلاحات صرف احناف ہی نہیں بلکہ محدثین اور فقہاء میں شروع سے چلی آرہی ہے

تعامل امت اورتلقی بالقبول کی تعریف

اس تفصیل سے یہ بات کھل کرسامنے آگئی کہ حدیث کی اقسام میں سے حسن اور ضعیف بھی شامل ہیں اور بعض مقامات پر یہ روایات بھی قابلِ عمل ہوتی ہیں۔یہ مسلک فقط احناف ہی کا نہیں بلکہ امام ترمذیؒ کے بقول بہت سارے اہل علم کا بھی یہی مذہب ہے۔رہی بات تعاملِ امت اور تلقی بالقبول کی تو یادرکھیے کہ ''تعاملِ امت'' کہتے ہیں ''ایسا عمل جو ابتداء اسلام سے لے کراب تک معمول بہ رہا ہو اور اس کو اتنی بڑی جماعت کر رہی ہو کہ اس کا جھوٹ پر اتفاق محال ہو''۔(معارف السنن ،اقسام تواترج ا ص ۴۵) اور تلقی بالقبول کہتے ہیں ''جس مسئلہ کو امت کے اہلِ علم نے ہر دور میں قبول کیا ہو اور امت کی کثیر تعداد اس پر تواتر کے ساتھ عمل پیرا رہی ہو'' (بحوالہ ایضا) اب وہ حضرات جو صرف ''صحیح حدیث'' کی رٹ لگا کر بعض ضعیف احادیث،تعامل امت اور تلقی بالقبول جیسے متفق علیہ مسائل اور محدثین کی اصطلاحات کو نظر انداز کرجاتے ہیں بلکہ ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔ان کا رویہ شرعاً کس حد تک درست ہے۔یہ تو قارئین ہی فیصلہ فرمائیں گے ہم تو اتنا عرض کریں گے کہ محدثین اور فقہائے امت کے پیش کردہ اصولوں سے انحراف انسان کو گمراہی کی طرف لے کرجاتا ہے لہٰذا اس سے اجتناب ضروری ہے۔

امام ابوحنیفہؒ تابعی ہیں

امام ابوحنیفہؒ تابعی ہیں اور تابعین وتبع تابعین کے متعلق آپ امام نوویؒ کا فیصلہ حدیث کے حوالے سے پڑھ ہی چکے ہیں لہٰذا امام ابوحنیفہؒ اور ان سے آگے چلنے والے اہل علم وآئمہ مجتہدین کے زمانہ سے لے کرآج تک عورتوں کی نماز پر تعامل امت پایا جاتا ہے۔امام صاحبؒ نے یہی نماز صحابہؓ اور اجل

تابعینؒ سے سیکھی اور یہیں سے یہ سلسلہ آگے چلا۔اس لئے اس تعامل امت کو جھٹلانا گمراہی کے سوا کچھ نہیں۔اور یہ بھی واضح رہے کہ امام ابوحنیفہؒ کی فقاہت پر حافظ ابنِ حجرؒ شافعی اور امام جلال الدین سیوطیؒ جیسے محدثین نے بھی باقاعدہ کتابیں لکھیں۔اور انکی محدثانہ شان کو بیان کیا۔بلکہ امام صاحبؒ پر اعتراضات کرنے والوں کے دندان شکن جوابات تحریر کیے۔اس حقیقت کو جاننے کیلئے ابن حجرؒ کی کتاب ''الخیرات الحسان'' اور جلال الدین سیوطیؒ کی کتاب ''تبییض الصحیفہ'' بڑی مؤثر رہیں گی۔پھر یہ بات بھی ذھن نشین رہے کہ امام ابوحنیفہؒ کا زمانہ امام بخاریؒ اور دیگر محدثین کے زمانے سے بہت پہلے کا ہے۔امام ابوحنیفہؒ امام بخاریؒ اور دیگر محدثین کے استاذ الاساتذہ میں شامل ہیں کتنے تعجب کی بات ہوگی جب یہ کہا جائے کہ استاذ الاساتذہ امام ابوحنیفہؒ کو تو حدیث کا علم نہ تھا۔اور ان کے شاگردوں کے شاگرد حدیث کا علم امام صاحب سے زیادہ رکھتے تھے.....فیاللعجب...اہل حدیث حضرات کا یہ وطیرہ بنا ہوا ہے کہ وہ امت کو گمراہ کرنے کیلئے فقہائے کرام کو بدنام کرتے ہے حالانکہ فقہائے کرام محدثین میں سے امام بخاریؒ،امام مسلمؒ،امام ترمذیؒ،امام ابوداؤ،امام نسائی،امام،ابن ماجہؒ وغیرہ کے استادوں کے استاد اور بہت پہلے کے محدث اور فقیہہ ہیں،

فقہائے امت کی اطاعت کا قرانی حکم

صلاح الدین صاحب نے فقہائے کرامؒ سے عوام الناس کو برگشتہ کرنے کیلئے اپنے کتابچے میں جگہ جگہ نکتہ چینی کی ہے مثلاً ایک جگہ لکھتے ہیں ''قرانِ حکیم نے تو بار بار اللہ اور رسول کی اطاعت کا حکم دیا ہے اطاعت فقہاء وآئمہ کا حکم تو کہیں بھی نہیں دیا'' (ایضاص ۸) صلاح الدین صاحب کی بات میں کتنی صداقت ہے اس کو جاننے کیلئے قران پاک کی فقط ایک ہی ایت آپکے سامنے رکھتے ہیں چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ''واطیعوا اللـه واطیعوا الرسول واولی ا الامر منکم'' (سورۃ النساء ایت نمر ۵۹) یعنی اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اولوا الامر لوگوں کی اطاعت کرو۔اس ایت قرانی میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے اور رسول ﷺ کے ساتھ ''اولوا الامر'' لوگوں کی اطاعت کا بھی حکم دیا ہے۔حضرت عبداللہ ابنِ مسعودؓ،حضرت عبداللہ ابن عباسؓ اور حضرت ابوھریرۃؓ کے نزدیک ''اولوالامر'' سے مراد فقہاء اور نیک وصالح حکمران ہیں (تفسیر ابن کثیر وغیرہ) اس حکمِ قرانی کی صراحت سے صلاح الدین صاحب کا جھوٹ کھل کرسامنے آگیا کیونکہ بقول انکے ''قران حکیم نے اللہ اور رسول کی

ہی اطاعت کا حکم دیا ہے اطاعت فقہاء وآئمہ کی اطاعت کا کہیں بھی حکم نہیں دیا'' جبکہ اس ایت قرانی میں وضاحت کے ساتھ اس بات کی نشاندہی کی جا رہی ہے کہ اللہ کا بھی کہا مانو، اور اس کے رسول ﷺ کا بھی کہا مانو، اور فقہائے امت کا بھی کہا مانو۔

مرد وعورت کی نماز میں فرق پر صحیح حدیث

حضرت مفتی محمود سبحان صاحبؒ نے عبدربہ سے ایک روایت یہ نقل کی کہ میں نے دیکھا حضرت ام درداؓ ''ترفع یدیھا فی الصلوٰۃ حذو منکبیھا'' (مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ص۲۳۹، جزء للبخاری ص۷) کہ وہ نماز میں اپنے کندھے تک ہاتھ اٹھاتی تھیں۔

یہ روایت بھی احناف کی مضبوط ترین دلیل ہے۔ کیونکہ اس میں عورت کے کندھوں تک ہاتھ اٹھانے کا ثبوت مل رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب عورت کی انگلیاں اس کے کندھے تک پہنچیں گی تو ہتھیلی سینے تک ہی رہے گی۔ لیکن مرد کو کانوں تک ہاتھ اٹھانے کا حکم ہے جیسا کہ آپ نے گزشتہ صفحات میں حضرت وائلؓ کی روایت میں پڑھ لیا ہے۔ کیا مرد وعورت کے درمیان یہ فرق نہیں.....؟ پھر صلاح الدین صاحب نے بے بنیاد یہ کہا ہے کہ ''اس سے مرد وعورت کے درمیان وہ پہلو ہی نہیں نکلتا جو مفتی صاحب اس سے کشید فرما رہے ہیں'' (ایضاص۱۱) حالانکہ احادیث کے اعتبار سے ہم نے واضح فرق آپ کے سامنے رکھ دیا ہے اب آپ خود ہی فیصلہ فرمالیں کہ حافظ صاحب نے اپنے کتابچہ میں کس قسم کے جھوٹ بولے ہیں ہم اس پر کوئی لب کشائی نہیں کرنا چاہتے۔

ابن حجرؒ شافعی مسلک کو ترجیح دیتے ہیں

صلاح الدین صاحب نے اپنی بات میں وزن پیدا کرنے کیلئے حافظ ابن حجرؒ کا بھی ایک حوالہ پیش کیا حالانکہ ابن حجر شافعی مسلک کے پیرو ہیں چنانچہ ابن حجرؒ نے بعض مقامات پر احناف کی مخالفت میں اپنے شافعی مسلک ومذہب کو ترجیح دی ہے جو قابل ستائش نہیں ان مقامات میں سے ایک مقام یہ بھی ہے۔ چنانچہ احناف کے متعلق ابن حجرؒ کا یہ فرمانا کہ ''حنفیہ جو یہ کہتے ہیں مرد ہاتھ کانوں تک اٹھائے اور عورت کندھوں تک۔ مرد وعورت کے درمیان فرق کرنے کا یہ حکم کسی حدیث میں وارد نہیں'' (فتح الباری ج۲ حدیث نمبر ۷۳۸) ابن حجرؒ کا یہ کہنا کہاں تک درست ہے آپ اس کا اندازہ ان دو صحیح احادیث سے لگا سکتے ہیں جو اوپر ہم نے درج کی ہیں۔ ابن حجرؒ کے علاوہ علامہ شوکانیؒ کا حوالہ بھی ہمارے خلاف کوئی وزن

نہیں رکھتا کیونکہ اوّل تو وہ غیر مقلد ہیں دوئم انکا یہ کہنا کہ ''حنفیہ کے اس مسلک کی کوئی دلیل نہیں'' درست نہیں کیونکہ احناف کے مسلک ومذہب کے مطابق احادیث صحیحہ آپ دیکھ ہی چکے ہیں۔

مرد وعورت کے درمیان ہاتھ باندھنے کا فرق

مرد وعورت کی نماز میں ہاتھ اٹھانے کا فرق صحیح احادیث سے آپ کے سامنے آ ہی چکا ہے اب مرد وعورت کے ہاتھ باندھنے کے فرق اور سنت طریقے کو بھی سمجھ لیجئے۔ چنانچہ مرد کیلئے ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا سنت ہے اور عورت کیلئے سینے پر حضرت مفتی سبحان صاحبؒ نے اس دعوے پر دو احادیث پیش کیں اور پھر سینے اور ناف پر ہاتھ باندھنے والی روایات کو تطبیق دیتے ہوئے یوں فرمایا ''تحت السرۃ'' والی روایات پر مرد عمل کریں اور ''علی الصدر'' والی روایات پر عورتیں عمل کریں'' (ایضاص۱۲) صلاح الدین صاحب نے مفتی صاحبؒ کی یہ عبارت نقل کر کے یوں گوہر افشانی فرمائی کہ ''جمع وتطبیق کی ضرورت اس وقت پیش آتی ہے جب کے دونوں روایات (جو بظاہر متعارض ہوں) سنداً صحیح ہوں اور اگر دو متعارض رایات ایسی ہوں کہ سنداً ایک صحیح ہو اور دوسری ضعیف تو محدثین کے اصول کے مطابق عمل صحیح السند روایت پر ہو گا'' (ایضاص۱۳) صلاح الدین صاحب نے بڑے ہی منطقانہ انداز میں حضرت مفتی صاحب کی ''صحیح تطبیق'' کو ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا اور خود محدثین کے اصولوں کی تقلید کر کے ''شرک فی النبی'' کے مرتکب ہوئے۔ کیا ان کا یہ دعویٰ نہیں کہ ''اہل حدیث کے دو اصول... قال اللہ اور قال رسول...''؟.....
صلاح الدین صاحب نے ایک اور بددیانتی کرتے ہوئے بڑی چابک دستی کے ساتھ سینے پر ہاتھ باندھنے والی روایت کو ''صحیح'' اور ناف پر ہاتھ باندھنے والی روایت کو ''ضعیف'' قرار دے دیا۔

ابن خزیمہ کی پیش کردہ روایت انتہائی ضعیف ہے

اپنے مسلک کو صحیح ثابت کرنے کیلئے وائل ابن حجرؓ کی سینے پر ہاتھ باندھنے والی روایت جسے صلاح الدین صاحب نے صحیح قرار دیا اسکی ایک جھلک آئمہ رجال ومحدثین کی جرح کے حوالے سے دیکھ لیجئے اور پھر صلاح الدین صاحب کی ''بددیانتی'' کو داد دیجئے۔ حافظ صاحب نے ابن خزیمہ کی جو روایت حضرت وائلؓ کے حوالے سے پیش کی ہے اس روایت کا دار ومدار ''مؤمل بن اسماعیل'' راوی پر ہے اور اس راوی کے متعلق علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں ''وقال ابو حاتم کثیر الخطاء، وقال ابوزرعه فی حدیثه خطاء کثیر، وقال البخاری منکر الحدیث'' (میزان الاعتدال

ج ۳ ص ۱۲۱) حافظ ابن حجرؒ بھی اس کے متعلق تہذیب میں لکھتے ہیں "فانه یروی المناکیر عن الثقات، وقال الساجی صدوق، کثیر الخطاء، وله اوهام یطول ذکرها، وقال ابن سعد کثیر الغلط، وقال محمد بن نصر المروزی اذا انفرد بحدیث، وجب ان یتوقف لانه سیئ الحفظ، کثیر الخطاء" (تہذیب لابن حجرؒ ج ۱۰ ص ۳۸۱) علامہ ذہبیؒ نے میزان الاعتدال ج ۱ ص ۵ میں اور علامہ سبکیؒ نے طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج ۲ ص ۹ میں اور امام سیوطیؒ نے تدریب الراوی ص ۲۳۵ میں لکھا ہے "قال البخاری کل ما قلت فیه منکر الحدیث فلاتحل الروایة عنه" یعنی امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ یہ منکر الحدیث ہے اس سے کسی بھی قسم کی روایت لینا حلال نہیں۔

سینے پر ہاتھ باندھنے والی روایت انتہائی ضعیف ہے

ابن خزیمہ کے حوالے سے صلاح الدین صاحب کی روایت پر جرح آپ نے دیکھ ہی لی۔ اس روایت میں مؤمل بن اسماعیل راوی کو ہر ایک محدث نے "ضعیف، منکر الحدیث بلکہ کثیر الخطاء" قرار دیا ہے امام بخاریؒ نے تو کثیر الخطاء اور سیئ الحفظ کے القاب سے نوازا ہے نجانے صلاح الدین صاحب یہاں امام بخاریؒ کی بات کیوں نہیں مانتے اور انکے خلاف چلتے ہوئے ایک منکر الحدیث کی بات ماننے کیلئے کیوں تیار ہیں....؟ پھر ابن حجرؒ کی اس روایت کے متعلق پوری وضاحت نہ کر کے بھی صلاح الدین صاحب نے خیانت سے کام لیا ہے کیا ابن حجرؒ نے اپنی کتاب تہذیب میں یعقوب بن سفیان کے حوالے سے یہ نہیں لکھا کہ "قد یجب علی اهل العلم ان یقفوا عن حدیثه فانه یروی المناکیر عن الثقات" اور محمد بن نصر مروزیؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں "اذا انفرد بحدیث وجب ان یتوقف لانه سیئ الحفظ، کثیر الخطاء" (تہذیب ج ۱۰ ص ۳۸۱)

اس پوری تفصیل سے صلاح الدین صاحب کی پیش کردہ "ضعیف" روایت کی حقیقت بھی آپکے سامنے آ گئی اور حافظ صاحب کا دجل وفریب بھی آشکارا ہو گیا۔ صلاح الدین صاحب حضرت مفتی سبحان صاحبؒ کو بددیانت، علمی خیانت، دھوکہ باز اور نجانے کن کن القابات سے نوازتے رہے ہیں لیکن انہیں اپنی کچھ بھی خبر نہیں کہ میں نے جو بددیانتیاں کی ہیں وہ کسی سے بھی کم نہیں حضرت مفتی صاحب نے تو بالکل صحیح لکھا لیکن وہ حافظ صاحب کو ہضم نہیں ہوا اس لیئے ان پر الزامات کی بوچھاڑ کر دی

اور خود منکر، کثیر الخطاء اور سیئ الحفظ جیسے راوی سے بھی روایت لینے سے نہ چوکے کیا اسی کا نام دیانت وامانت ہے کیا ان کو یہ حدیث بھول گئی "من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعده من النار"......

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی...... تو اگر میرا نہیں بنتا تو نہ بن اپنا تو بن

تحت السرّ والی حدیث کی تصحیح

حضرت مفتی سبحان صاحبؒ نے ایک روایت حضرت علیؓ سے ابوداود کے نسخہ "ابن عربیؒ" کے حوالے سے پیش کی جسے صلاح الدین صاحب نے ضعیف کہہ کر ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا۔ حالانکہ ان کے اپنے ہم ذہن ابن حزمؒ غیر مقلد لکھتے ہیں کہ "جب کوئی مرسل روایت آئے یا کوئی ایسی روایات جس کی روایت میں ضعف ہو، لیکن اس کے لینے اور اس پر عمل کرنے کے سلسلے میں اجماع ہو چکا ہو تو ہم یقیناً یہ جان لیں گے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اس حدیث میں کوئی شک نہیں" (توجیہ النظر الی اصول الاثر ص ۵۰)

اسی طرح امام جلال الدین سیوطیؒ شافعی لکھتے ہیں "محدثین یہ فرماتے ہیں کہ حدیث کی سند صحیح نہ ہو لیکن امت میں "تلقی بالقبول" حاصل ہو تو وہ حدیث بھی صحیح ہے" (تدریب الراوی ص ۶۷ بیروتی وقدیمی کتب خانہ کا ص ۴۷، ۴۸) اور یہ بات تو آپ کو بھی معلوم ہے کہ مرد کیلئے ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے پر امت کا اجماع ہے اور اس عمل کو تلقی بالقبول بھی حاصل ہے۔ اس لئے یہ روایت اب ضعیف نہ رہی۔ لہٰذا اس کے نہ ماننے سے یقیناً حدیث کا انکار لازم آئے گا۔ اس لیئے صلاح الدین صاحب کو اس حدیث کا انکار نہیں کرنا چاہئے۔

تحت السر ہاتھ باندھنے کی دوسری صحیح حدیث

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہی ابن ابی شیبہ کے نسخہ میں ایک اور صحیح روایت یوں آتی ہے "حضرت علیؓ فرماتے ہیں "السنة وضع الکف علی الکف تحت السر" کہ نماز کی سنت میں سے ہے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے" (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۹۰، مسند احمد ج ۱ ص ۱۰۰، دار قطنی، بیہقی) اس روایت میں کسی قسم کا ضعف نہیں علامہ ابن قیمؒ تو اس حدیث رسول ﷺ کے متعلق یوں لکھتے ہیں "ان السنة صحیحة وضع الیدین تحت السرة وحدیث علی صحیح" (بدائع الفوائد ج ۳ ص ۹۱) یعنی نبی کریم ﷺ کی صحیح سنت

یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کو ناف کے نیچے باندھے اور ساتھ ہی علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ والی
یہ حدیث بھی صحیح ہے۔اس صحیح روایت کی وجہ سے ابوداؤد کی پہلی حدیث کو مزید تقویت ملی۔

زیر ناف ہاتھ باندھنے کی تیسری صحیح حدیث

ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے سلسلے میں حضرت وائل ابن حجرؓ سے بھی ایک صحیح حدیث ملتی
ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ "رأیت النبی ﷺ وضع یمینہ علی شمالہ فی
الصلوٰۃ تحت السرۃ" (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۹۱) یعنی میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا
کہ آپ ﷺ نے نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھا۔اس روایت کے تمام راوی ثقہ
ومضبوط ہیں اگر صلاح الدین صاحب کو یقین نہ آیا تو ہم اس روایت کے تمام راوی بھی آئمہ رجال کی
توثیق کے ساتھ ان کے سامنے رکھ دیں گے۔ان تینوں رواتیوں کو ایک دفعہ پھر ٹھنڈے دل سے پڑھیں
اور مردوں کیلئے زیر ناف ہاتھ باندھنے کے قائل ہو جائیں۔

ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے متعلق امام ترمذیؒ کا فیصلہ

حضرت مفتی سبحان صاحبؒ نے سینے اور ناف پر ہاتھ باندھنے کی روایات پر جو تطبیق پیش کی تھی
وہ یقیناً صحیح ہو سکتی ہے لیکن اگر سینے پر ہاتھ باندھنے والی روایت کو بقول صلاح الدین صاحب بحوالہ ابن
حجر صحیح مان بھی لیا جائے تو پھر یہ حدیث عورتوں کے عمل کیلئے ہوگی کیونکہ امت میں سے صحابہ کرامؓ نے کبھی
بھی سینے پر ہاتھ نہیں باندھے۔امام ترمذیؒ نے نماز میں ہاتھ باندھنے کے حوالے سے صرف دو قول نقل
کئے ہیں (۱) تحت السر (۲) فوق السر (ترمذی ج ۱ ص ۳۴) امام ترمذیؒ کا زمانہ دوسری اور تیسری صدی
ہجری کا زمانہ ہے انکی وفات ۲۷۹ھ میں ہوئی۔امام ترمذیؒ کی کتاب کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ انہوں
نے مذاہب کو نقل کیا ہے۔نماز میں ہاتھ باندھنے کے سلسلے میں امام ترمذیؒ فقط دو مذہب ہی نقل کرتے ہیں
کوئی تیسرا مذہب ذکر نہیں کرتے اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ تیسری صدی ہجری تک مسلمانوں میں
سے کوئی بھی مرد سینے پر ہاتھ باندھ کر نماز نہیں پڑھتا تھا۔اسی طرح امام نوویؒ نے بھی صرف دو مذہب نقل
کئے۔

"علی الصدر" ہاتھ باندھنے پر صرف عورتوں کا اجماع ملتا ہے

اگر کوئی ضعیف حدیث کتب حدیث میں موجود ہو اور اسے محدثین نے نقل بھی کیا ہو لیکن اس

روایت کو تلقی بالقبول کا درجہ حاصل نہ ہو یعنی اس روایت میں تعامل امت نہ پایا جائے تو پھر ایسی روایت
کا "ضعف" ختم نہیں ہوتا۔جیسا کہ اوپر اس کی وضاحت گزری ہے۔سینے پر ہاتھ باندھنے والی روایت
کو بھی تعامل امت کا درجہ حاصل نہیں اس لیئے اس کا ضعف باقی رہے گا بقول امام ترمذیؒ صحابہؓ اور اہل علم
تو ان کے زمانہ تک تحت السر اور فوق السر پر ہی عمل کرتے تھے۔ہاں سینے پر ہاتھ باندھنے کے سلسلے میں
عورتوں کا اجماع ملتا ہے۔اس لئے اس روایت کو عورتوں کے اجماع کی وجہ سے عورتوں کے سینے پر ہاتھ
باندھنے کے سلسلے میں ہی حجت مانا جائے گا نہ کہ مردوں کے بارے میں۔اس بنیاد پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ
سینے پر ہاتھ باندھنے کی روایت عورتوں کی تعلیم پر محمول ہے اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے والی روایت
مردوں کی تعلیم کیلئے۔اور یہ بھی ممکن ہے کہ آپ ﷺ نے کبھی سینے پر بھی ہاتھ باندھے ہوں اور یہ
آپ ﷺ کی خصوصیات میں سے ہو۔اس تفصیل سے یہ بات اظہر من الشمس ہو گئی کہ مردوں کیلئے نماز
میں زیر ناف ہاتھ رکھنا اور عورتوں کیلئے سینے پر ہاتھ رکھنا احادیث، سنت، اجماع صحابہؓ اور اجماع امت سے
ثابت ہے۔لہٰذا امت مسلمہ کو بھی اسی طرح عمل کرنا چاہئے۔

حافظ صاحب کی "عمدۃ القاری" کے حوالے میں بدترین خیانت

صلاح الدین صاحب نے عوام الناس کو دھوکہ دینے کیلئے علامہ عینیؒ کا ایک ادھورا قول بھی
پیش کیا ہے جبکہ احناف کے صحیح اقوال کو جان بوجھ کر نظر انداز کر گئے۔کیا عمدۃ القاری کی اس عبارت سے
جو حافظ صلاح الدین نے پیش کی ہے صرف دو چار سطروں بعد علامہ عینیؒ نے یہ نہیں لکھا "قلت روی
ابوداؤد وسکت علیہ ویعضدہ مارواہ ابن حزم من حدیث انس من
اخلاق النبوۃ، وضع الیمین علی الشمال تحت السرۃ، وقال الترمذی
العمل عند اھل العلم من الصحابۃ والتابعین ومن بعدھم وضع الیمین
علی الشمال فی الصلوٰۃ ورأی بعضھم ان یضعھا فوق السرۃ ورأی
بعضھم ان یضعھا تحت السرۃ وکل ذالک واسع" (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۷۹
طبع جدید) اس عبارت میں علامہ عینیؒ بڑی صراحت کے ساتھ اس بات کا اعلان فرما رہے ہیں کہ
ابوداؤد نے بھی اس روایت کو نقل کیا لیکن خاموشی اختیار کی اور ابن حزمؒ نے جو روایت حضرت انسؓ سے نبی
کریم ﷺ کے اخلاق کے حوالے سے نقل کی ہے کہ آپ ﷺ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے

باندھتے تھے وہ بھی اس روایت کو تقویت پہنچاتی ہے۔اور امام ترمذیؒ نے تو یہاں تک فرمادیا تحت السر اور فوق السر پر اہل علم صحابہؓ، تابعینؒ اور ان کے بعد بھی ایک کثیر جماعت کا عمل رہا ہے۔

صلاح الدین صاحب علامہ عینیؒ کی اس عبارت کو ایک دفعہ دوبارہ پڑھیں اور پھر اندازہ لگائیں کہ انہوں نے کتنی بڑی بددیانتی سے کام لیا اور سادہ عوام کو "حدیث" کے نام سے گمراہ کرنے کی ناپاک جسارت کی۔علامہ عینیؒ نے تو دیانت داری سے کام لیتے ہوئے ایک روایت کی سند کو امام احمد بن حنبلؒ کے حوالے سے بیان کیا اور پھر اس روایت کے ضعف کو آگے چل کر دیگر "شواہد" سے "قوی" بنادیا لیکن صلاح الدین صاحب نے علامہ عینیؒ کی ادھوری اور نامکمل عبارت لکھ کر تلبیسانہ چال سے کام لیا اللھم احفظنا منہ۔

علامہ عینیؒ کا اپنا فیصلہ بھی پڑھ لیجئے

حافظ صلاح الدین نے علامہ عینیؒ کے حوالے سے عمدۃ القاری شرح بخاری کی ایک ایسی عبارت پیش کی جس میں "ابن اسحاق کوفی" راوی کو منکر الحدیث کہا گیا جبکہ علامہ عینیؒ نے اس قول کی نسبت امام احمد بن حنبلؒ کی طرف کی ہے۔حالانکہ امام احمد بن حنبلؒ نے اسی راوی ابن اسحاق کوفی کو "صالح الحدیث" بھی کہا ہے۔(سوالات ابی داؤد عن احمد بن حنبلؒ مقدمہ ص ۵۷) اور "تاریخ الثقات لابن شاہین" میں بھی ابن اسحاق کوفی کو "ثقہ" میں شمار کیا گیا ہے۔معلوم ہوا کہ ابن اسحاق کے متعلق امام احمد بن حنبلؒ نے رجوع کر لیا تھا۔اس کے ساتھ ساتھ حافظ صاحب "علامہ عینیؒ" کا اپنا فرمان بھی پڑھ لیں جس میں انہوں واضح طور پر یہ لکھا ہے کہ "وفی الوضع علی الصدر تشبّہ بالنساء" (عمدۃ القاری شرح بخاری ج ۲ کتاب الاذان) یعنی مردوں کا سینے پہ ہاتھ باندھنا عورتوں کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے۔معلوم ہوا کہ علامہ عینیؒ بھی مرد وعورت کی نماز میں فرق کے قائل تھے۔اور اگر اس روایت کا ضعف بھی مان لیا جائے تو پھر بھی دیگر "شواہد" کی وجہ سے اس کا ضعف ختم ہو کر رہ جاتا ہے۔

حضرت مرزا مظہر صاحبؒ کی طرف نسبت شدہ قول

عمدۃ القاری کے علاوہ دیگر حوالے بھی محض خانہ پوری کے لئے درج کئے گئے ہیں جب کہ حقیقت یہ ہے تعدد طرق کی وجہ سے روایت میں ضعف باقی نہیں رہتا۔رہی بات حضرت مرزا مظہر جاناںؒ کی تو حافظ صاحب کو یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہئے کہ جس قول کی نسبت انہوں نے حضرت مرزا

صاحبؒ کی طرف کی ہے یہ انکا اپنا "تحریر" شدہ قول نہیں بلکہ ان کے ایک شاگرد کا لکھا ہوا "مقولہ" ہے ایسے اقوال کا سہارا لے کر بزرگوں کے عقائد ونظریات سے نہیں کھیلا جاسکتا۔کیونکہ ایسے اقوال میں اکثر وبیشتر سہو لاحق ہو ہی جاتا ہے۔

عورتوں کے سجدہ کی کیفیت مردوں سے جدا ہے

حضرت مفتی صاحبؒ نے عورتوں کے سجدہ کی کیفیت میں فرق واضح کرنے کیلئے یہ صحیح روایت نقل کی ہے "ان رسول اللہ ﷺ مرّ علی امرأتین تصلیان فقال اذا سجدتما فضما بعض اللحم الی الارض، فان المرأۃ لیست فی ذالک کا لرجل" (مراسیل ابی داؤد ص ۲۸، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۲۲۳) بے شک رسول اللہ ﷺ دو عورتوں کے پاس سے گزرے جو نماز پڑھ رہی تھیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم سجدہ کرو تو اپنے جسم کا کچھ حصہ زمین سے ملالیا کرو کیونکہ عورت کا حکم مرد کی طرح نہیں اور دوسری روایت یہ پیش کی "اذا سجدت الصقت بطنھا فی فخذیھا کأ ستر مایکون لھا" (بیہقی ج ۲ ص ۲۲۳، الکمال لابن عدی ج ۲ ص ۲۰۴) یعنی جب عورت سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو اپنی دونوں رانوں سے ملالے اس طرح اس کیلئے زیادہ سے زیادہ پردہ ہے۔

مرسل روایت اور اندھی تقلید

غیر مقلدین کی یہ عادت بنی ہوئی ہے کہ وہ مرسل روایت کو سرے سے مانتے ہی نہیں بلکہ اس میں طرح طرح کے کیڑے نکالنے کی کوشش میں رہتے ہیں۔جب کہ بہت سے محدثین کے نزدیک "مرسل" روایت حجت ہوتی ہے حضرت مفتی سجان صاحبؒ نے جب مرسل روایت کو بیان کیا تو صلاح الدین صاحب نے بھی مسلکی مجبوری کے تحت یوں لکھ دیا کہ "اوّل الذکر حدیث مرسل ہے جو محدثین اور راجح مذہب کے مطابق قابل، حجت نہیں" (ایضا ۱۶) حالانکہ یہ صلاح الدین صاحب کا سفید نہیں تو سیاہ جھوٹ ضرور ہے۔آخر وہ کون سے محدثین ہیں جنکی "تقلید" میں حدیث کو چھوڑ کر حافظ صاحب یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ "محدثین اور راجح مذہب" کیا اللہ اور اسکے رسول ﷺ کا مذہب ہی یوسف صاحب کیلئے کافی نہیں.....؟ اب اہل حدیث ساتھی ہی بتلائیں کہ محدثین کے مذہب اور تقلید میں "مرسل" حدیث کو چھوڑنا کہیں "شرک فی النبی" تو نہیں.....؟

مرسل روایت محدثین کے نزدیک ''حجت'' ہے

صلاح الدین صاحب نے تو مرسل حدیث کا انکار کیا ہے لیکن ہم اسے حجت مانتے ہیں۔ آیئے مرسل روایت کے متعلق محدثین اور فقہائے امت کے چند اقوال پر نظر ڈالیں اور پھر صلاح الدین صاحب کے بارے میں خود ہی فیصلہ فرمائیں۔ امام نوویؒ صحیح مسلم کے مقدمہ لکھتے ہیں '' ومذھب مالکؒ وابی حنیفةؒ واحمدؒ واکثر الفقهاء انه یحتمع به'' (مقدمہ شرح مسلم ص ۱۷) یعنی امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ اور امام احمد بن حنبلؒ اور اکثر فقہاء کا یہی مذہب ہے۔ ملا علی قاریؒ یوں فرماتے ہیں '' لکن المرسل حجة عندنا وعند الجمهور '' (مرقات شرح مشکوۃ ج ۱ ص ۳۴۳) لیکن مرسل روایت ہمارے اور جمہور کے نزدیک حجت ہے۔ اس تفصیل سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ تین آئمہ کرامؒ اور اور اکثر فقہاء کے نزدیک ''مرسل حدیث'' حجت ہوتی ہے۔ اور صلاح الدین صاحب نے مرسل کے متعلق جو کہا وہ غلط کہا۔ حضرت مفتی صاحبؒ نے جو مرسل روایت پیش کی تھی وہ بالکل صحیح اور درست ہے۔ یاد رہے کہ مرسل حدیث اسی وقت لی جاتی ہے جب کوئی صحیح روایت مسئلہ کی وضاحت کیلئے موجود نہ ہو یا پھر صحیح احادیث کی تائید میں پیش کی جاتی ہے۔ صلاح الدین صاحب نے جو یہ فرمایا کہ اس روایت میں ایک راوی ''متروک'' ہے یہ بھی درست نہیں کیونکہ ''مرسل'' میں کوئی متروک نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ امام بیہقیؒ اس روایت کے متعلق فرماتے ہیں کہ '' ھو احسن من موصلین فی ھذا الباب'' گویا امام بیہقیؒ کو یہ روایت دو موصول طریقوں سے ملی ہے لہٰذا اب اسے متروک کہنا بھی صحیح نہ رہا۔

جمہور کے نزدیک مرسل روایت کیوں حجت ہے.....؟

احناف اہل سنت والجماعت اور دوسرے آئمہ ''مرسل'' روایت کو اس لیئے حجت مانتے ہیں کہ کہیں قیاس کو حدیث پر فوقیت حاصل نہ ہو جائے۔ مثلاً ایک مسئلہ میں کوئی مرفوع حدیث نہیں لیکن اس مسئلہ پر مرسل حدیث موجود ہے۔ اب ایک طرف ''قیاس'' اور دوسری طرف ''مرسل'' حدیث ہے یعنی ایسی روایت جسے صحابیؓ کی زیارت کرنے والے اور ان سے علم پڑھنے والے تابعیؒ نے ''صحابیؓ'' کے واسطے کے بغیر ''قال رسول اللہ ﷺ'' کہہ کر نقل کر دیا ہو۔ ایسی حدیث کو قیاس پر یقیناً ترجیح دی جائے گی ہو سکتا ہے کہ یہ مرسل روایت صحیح ہو اور ہمارا قیاس غلط ہو۔ اور ویسے بھی تابعیؒ اور تبع تابعیؒ کی بات ''خیر

القرون'' کی وجہ سے حجت ہوتی ہے۔ صاحب مشکوۃؒ نے جمہور محدثینؒ کا قول نقل کیا ہے کہ صحابیؓ اور تابعیؒ کا ''قول وفعل اور تقریر حدیث کہلاتی ہے'' (مشکوۃ ص ۳ عربی مقدمہ)

معلوم ہوا کہ صحابہؓ اور تابعینؒ حضرات کی بات تسلیم کرنا بھی حدیث کے حکم میں ہی ہے۔ یعنی جب کسی مسئلہ پر حدیث رسول ﷺ موجود نہ ہو تو پھر اپنی بات پر ان کی ''حدیث'' کو ترجیح دینی چاہئے۔ صلاح الدین صاحب از خود پہلے محدثین کے اقوال پڑھ لیں دوسروں کو اس کا طعنہ نہ دیں نیز جمہور فقہاء اور محدثین کو چھوڑ کر امام شافعیؒ اور ابن حجرؒ کی ''تقلید'' میں مرسل حدیث کو ناقابلِ قبول کہتے ہوئے اپنے دعوے کے خلاف بھی نہ چلیں۔

دوسری حدیث اور امام بیہقیؒ

حضرت مفتی سبحان صاحبؒ کی دوسری دلیل کا رد حافظ صاحب نے بڑے ہی بھونڈے انداز میں کیا۔ حافظ صاحب کے استدلال کا انوکھا طریقہ ملاحظہ فرمائیں لکھتے ہیں ''امام بیہقیؒ نے تو یہ روایت متنبہ کرنے کیلئے درج کی ہے کہ یہ روایت ایسی ضعیف ہے کہ ان جیسی روایتوں سے استدلال نہیں کیا جا سکتا'' (ایضا ۱۶) صلاح الدین صاحب کا امام بیہقیؒ کے متعلق یہ کہنا بڑا ہی مضحکہ خیز ہے۔ ہم آپکے سامنے امام بیہقیؒ کی مرد و عورت کی نماز میں فرق کے حوالے سے صرف دو عبارتیں پیش کرتے ہیں جو انہوں نے ان روایات کو نقل کرنے سے پہلے تحریر فرمائیں۔ پھر خود ہی اندازہ لگالیجئے گا کہ صلاح الدین صاحب اپنی بات میں کتنے سچے ہیں۔

امام بیہقیؒ لکھتے ہیں ''وجماع ما یفارق المرأة فیه الرجل من احکام الصلوٰة راجع الستر وهو انها مامورة بكل ما كان استر لها وابواب الّتى تلى هذه تكشف عن معناه'' (سنن کبریٰ بیہقی ج ۲ ص ۲۲۲) یعنی نماز کے وہ تمام احکام جن میں مرد و عورت کے درمیان فرق ہے وہ پردے کے اصول پر مبنی ہے عورت کو حکم ہے ان تمام چیزوں کے لحاظ کرنے کا جو اس کیلئے زیادہ سے زیادہ پردے کا باعث ہوں اور جو ابواب آگے آرہے ہیں وہ اس مقصد کو واضح کریں گے۔ اس عبارت سے تو صاف واضح ہو رہا ہے کہ امام بیہقیؒ از خود اعلان کر رہے ہیں کہ ''بیہقی'' میں میرے ابواب باندھنے اور اس پر احادیث لانے کا مقصد مرد و عورت کی نماز میں فرق کو واضح کرنا ہے۔ حافظ صاحب نے عوام الناس کو دھوکہ دینے کیلئے یہاں امام بیہقیؒ جیسے محدث پر کتنا بڑا الزام لگایا

ہم اس پر فقط اتنا ہی عرض کریں گے

اپنی اداؤں پہ ذرا خود ہی غور کریں   ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

امام بیہقیؒ کا دوسرا قول

امام بیہقیؒ کی دوسری عبارت بھی دیکھ لیجئے فرماتے ہے ''باب مایستحب المرأۃ من ترک الفجافی فی الرکوع والسجود'' (سنن کبریٰ بیہقی ج۲ص ۲۲۲) یعنی یہ باب اس بارے میں ہے کہ عورت کیلئے رکوع اور سجدے میں اعضاء کو فراخ اور کشادہ نہ رکھنا مستحب ہے۔امام بیہقیؒ یہ باب قائم کرکے اس کے تحت روایات لائے ہیں اور مرد وعورت کی نماز کے الگ الگ طریقے کو بیان کیا ہے نیز عورت کے اعضاء مستورہ کو پوشیدہ رکھنے کی تلقین کی ہے۔امام بیہقیؒ کی اس وضاحت سے تو وہ بھی ہمارے ہی ہمنوا و ہمنظر دکھلائی دیتے ہیں۔تعجب ہے کہ امام بیہقیؒ تو خواتین و مرد کے فرق پر استحباب کا باب باندھ کر روایات لائیں اور عوام الناس کو دھوکہ دینے کیلئے صلاح الدین صاحب جیسے مشیر غلط استدلال کریں اور پھر اپنے آپ کو دھڑلے سے اہل حدیث بھی کہیں........

ناطقہ سربگریباں ہے اسے کیا کہیے......

حضرت ابن عمرؓ کی روایت پر اعتراض کا جواب

صلاح الدین صاحب نے خود بیہقی کا مطالعہ نہیں کیا اور نہ ہی وہ امام بیہقیؒ کے بیان کردہ مرد وعورت کی نماز کے درمیان فرق کو سمجھے ہیں اگر حافظ صاحب بیہقی کا بغور مطالعہ کرتے تو اسے ضرور سمجھ لیتے لیکن انہوں نے شاید ازخود اس کا مطالعہ نہیں کیا اسی لئے حضرت مفتی صاحب کی خامیاں نکال رہے ہیں۔صلاح الدین صاحب نے حضرت ابن عمرؓ کی روایت کو شاید امام بیہقی کے اس جملے کی بنیاد پر ضعیف کہا ''لایحتج بامثالھما'' لیکن یہ بھول گئے کہ ''جرح کو مفسّر ہونا چاہئے'' اور اس مقام پر امام بیہقیؒ کی جرح مفسّر نہیں۔دوسری بات یہ ہے کہ اس روایت کے بہت سے شواہد بھی موجود ہیں مثلاً یہی روایت ''جامع المسانید'' اور ''مسند ابی حنیفہ'' وغیرہ کتب میں بھی موجود ہے لہٰذا تعدد طرق کی وجہ سے اس روایت کا ضعف ختم ہوجاتا ہے۔اور تیسری بات یہ ہے کہ اس روایت پر امت کے اہل علم کا اجماع بھی ہے۔اتنے سارے دلائل و براہین کے ہوتے ہوئے پھر اس حدیث کو ''ضعیف'' کہنا حافظ صاحب جیسے ہی لوگوں کا کام ہوسکتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حوالہ

عورتوں کی نماز سے متعلق کسی سائلہ کا حضرت عائشہؓ کے حوالے سے مرد وعورت کی نماز میں فرق پر دلیل طلب کرنا اور حضرت مفتی سبحان صاحبؒ کا اس پر بچگانہ جواب صلاح الدین صاحب کو دلبرنہ ہوا اس لئے طیش میں آکر یوں لکھنے لگے ''اس طرح تو ہر من گھڑت مسئلے کو یہ کہہ کر ثابت کیا جاسکتا ہے کہ ممکن ہے اس بارے میں حدیث تو ہو لیکن ہمیں نہ مل سکی ہو'' (ایضا ۱۸) حضرت مفتی صاحب نے بات تو بالکل صحیح کی ہے کیونکہ مرد وعورت کی نماز میں فرق پر اور بہت سی روایات ملتی ہیں اس لئے یہ عین ممکن ہے کہ کہیں ایسی روایت ہو۔لیکن حضرت مفتی صاحب کی بات کو ''تحقیر'' انداز میں رد کرنا اور اس کا مذاق اڑانا یقیناً معیوب حرکت ہے۔کیا امکان اور یقین میں صلاح الدین صاحب کے ہاں کوئی فرق نہیں...؟ کیا صلاح الدین صاحب دنیا جہاں کی کتب سے حضرت عائشہؓ سے ایک بھی روایت جو ''مرفوع'' ہونے کے ساتھ ساتھ صحیح بھی ہو ایسی لاسکتے ہیں جس میں یہ وضاحت ہو کہ ''عورت اور مرد کی نماز میں طریقہ کار کا کوئی فرق نہیں''.....؟ اگر ایسی روایت ہے تو لاکر دکھائیں تاکہ یہ جھگڑا ہی ختم ہوجائے...؟ اگر حافظ صاحب حضرت عائشہؓ سے ذخیرۂ حدیث میں سے ایک بھی روایت ایسی نہیں دکھا سکتے تو پھر دوسروں پر اعتراض کیوں.....؟ آخر حضرت عائشہؓ نے نبی ﷺ کی دنیا سے پردہ فرما جانے کے بعد طویل عرصہ دنیا میں گزارا، سینکڑوں احادیث روایت کیں، لیکن ایک حدیث بھی ایسی روایت نہیں کی جس میں ''مرد وعورت کی نماز میں کوئی فرق نہیں'' کی وضاحت ملتی ہو...؟ چلیں حضرت عائشہؓ نہ سہی کسی ایک صحابیؓ سے ہی ایسی حدیث لادیں جس میں مرد وعورت کی نماز میں کوئی فرق نہیں پر تفصیلی تبصرہ ہو....؟ سوچ سمجھ کر جواب دیجئے گا۔

تعامل امت کو بھی سمجھ لیجئے

صحابہ کرامؓ، اور تابعینؒ کے بعد کے ادوار کے تعامل کو حافظ صاحب ماننے کیلئے تیار نہیں حالانکہ اس سے وہی تعامل مراد ہے جو شروع سے چلا آیا ہو۔اس تعامل امت کے ہم بھی قائل نہیں جس کی لائن درمیان میں کٹ گئی ہو ہم تو اس تعامل کو مانتے ہیں جس کے متعلق صاحب معارف سنن لکھتے ہیں ''ابتدائے اسلام سے اب تک وہ معمول بہ رہا ہو اور اس پر عمل اتنی بڑی جماعت کررہی ہو کہ سب کا جھوٹ پر اتفاق عادتاً محال ہو'' (معارف السنن ج۱ص ۴۵) احناف اہل سنت والجماعت جس تعامل

امت پر چل رہے ہیں وہ الحمدللہ صحابہؓ اور تابعینؒ ہی کے زمانہ سے چلا آرہا ہے۔ صلاح الدین صاحب کو اب تو اس ''تعامل امت'' پر ایمان لے آنا چاہیے۔

حضرت مفتی صاحبؒ نے ''مارآہ المسلمون حسنا فھو عنداللہ حسن'' کہ جس عمل کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے ہاں بھی اچھا ہے والی حدیث پیش کی تو صلاح الدین نے جواب میں فرمایا کہ ''اول تو یہ حدیث مرفوع ثابت ہی نہیں۔ یہ ایک موقوف قول ہے۔ دوئم یہ کسی درجہ میں قابل حجت بھی ہو تب بھی اس سے مراد ''عہد صحابہؓ'' ہی ہوگا۔ اور قرن اول کے مسلمانوں کا تعامل ہی حسن اور قابل عمل کہلائے گا'' (ایضا ۹۱) اول تو صلاح الدین صاحب یہ بتلائیں کہ کیا ان کے نزدیک موقوف روایت حجت نہیں...؟ اور کیا ان کا اپنا ہر عمل فقط ''مرفوع حدیث'' پر ہی ہے...؟ دوئم کیا آپ صحابہؓ کے اجماع اور تعامل کو مانتے ہیں...؟ اگر آپ کے ہاں صحابہؓ اور قرن اول کے مسلمانوں کا ''تعامل'' قابل قبول ہے تو پھر آپ ''بیس رکعت تراویح'' اور ''تین طلاق'' پر صحابہ کرامؓ کا تعامل کیوں نہیں مانتے...؟ قرن اول ''خیرالقرون'' کہلاتا ہے اور یہ دور تین قسم کے زمانوں پر بولا جاتا ہے نمبر(۱) نبی علیہ السلام اور صحابہؓ، نمبر(۲) تابعینؒ، نمبر(۳) تبع تابعینؒ (شرح النووی للمسلم ج۲ص۳۰۹) اب صلاح الدین صاحب ہی بتلائیں کہ وہ ان تینوں ادوار کے مسلمانوں کو حجت سمجھتے ہیں...؟ کیا امام ابوحنیفہؒ، امام ابن قتادہ، حضرت حسنؒ اور دیگر تابعینؒ اور تبع تابعینؒ خیرالقرون کے لوگ نہیں...؟ پھر ان کی بات قابل عمل کیوں نہیں...؟ صلاح الدین صاحب عوام الناس کو دھوکے میں مبتلا رکھنا آسان ہے لیکن آخرت میں ان دغابازیوں کا حساب دینا بڑا مشکل ہے۔ جب آپ صحابہ کرامؓ کے تعامل کو مانتے ہی نہیں تو پھر عوام کو کیوں گمراہ کررہے ہیں...؟

آخری گزارش

یہ تھے صلاح الدین یوسف صاحب کے دلائل اور انکا جواب جو انہوں نے حضرت مفتی سجان صاحبؒ کے خلاف لکھے اس جواب کا آپ ایک دفعہ پھر مطالعہ فرمائیں تا کہ آپ کو غیر مقلدین کی ریشہ دوانیوں اور بددیانتیوں کا بخوبی علم ہوجائے۔ دعا ہے کہ اللہ رب العزت ہمیں صراط مستقیم پر چلنے والا بنائے اور اسلاف کے ساتھ وابستہ رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(دوسرا حصہ)

خواتین کا طریقۂ نماز مردوں سے مختلف ہے

چند ضروری باتیں

احناف اہل سنت والجماعت کی نماز الحمدللہ سنت طریقے کے عین مطابق ہے۔ مرد وعورت کی نماز میں طریقہ کار اور کیفیات میں جو فرق نظر آتا ہے وہ بھی احادیث کی روشنی میں کیا جاتا ہے۔ جن احادیث سے مرد وعورت کی نماز میں فرق کیا جاتا ہے ان میں سے بعض احادیث صحاح ستہ کی ہیں اور بعض احادیث صحاح ستہ کے علاوہ دوسری کتب حدیث سے لی گئی ہیں۔ احادیث کی بیسیوں کتب محدثین نے لکھیں اور انکی سند بھی موجود ہے۔ ان کتب سے روایات لینا اور ان کے مطابق چلنا احادیث رسول ﷺ پر ہی عمل کرنے کے مطابق ہے۔

(۱) احادیث کے اصول محدثین اور آئمہ رجال نے ہی واضح کئے ہیں مثلاً یہ حدیث ''صحیح'' ہے ''حسن'' ہے ''ضعیف'' ہے یا ''موضوع''.....اس کی صراحت بھی محدثین عظام ہی کرتے ہیں اور حدیث کے راویوں پر بحث بھی آئمہ رجال ہی کرتے ہیں نیز یہ انکا ایک اجتہادی معاملہ ہوتا ہے۔

(۲) یہ بات ذہن نشین فرمالیں کہ احادیث کی کتابیں لکھنے والے محدثینؒ نے جو کتب احادیث تحریر فرمائیں ان کی احادیث جمع کرنے میں کچھ شرائط تھیں۔ جو احادیث انکی شرائط پر پورا اترتیں ان کو لے لیتے اور جو احادیث صحیح ہونے باوجود انکی شرائط پر پورا نہ اترتیں انہیں لینے سے انکار کردیتے۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاریؒ نے بھی بہت ساری احادیث صحیحہ اپنی کتاب بخاری میں درج نہیں کیں۔ جب دوسرے محدثینؒ نے امام بخاریؒ کی کتاب میں سینکڑوں صحیح احادیث کو نہ پایا تو کتابیں لکھنے پر مجبور ہوئے چنانچہ صحیح مسلم، سنن ترمذی، سنن ابوداؤد، سنن نسائی، ابن ماجہ، مشکوٰۃ، بیہقی، طبرانی، سنن دارمی اور طحاوی جیسی کتب احادیث منظر عام پر آئیں۔ امام بخاریؒ کے مایۂ ناز شاگرد امام ترمذیؒ نے سینکڑوں ایسی روایات اپنی ''سنن ترمذی'' میں جمع کردیں جو انکے استاد اپنی ''بخاری'' میں نہیں لائے۔

(۳) یہ بات بھی یاد رہے کہ بہت سی کتب حدیث ایسی ہیں جو صحاح ستہ سے بھی بہت پہلے کی لکھی ہوئی ہیں۔ مثلاً موطاء امام مالک، مصنف ابن ابی شیبہ، مصنف عبدالرزاق، موطاء امام محمدؒ، کتاب الآثار، مسند احمد، مسند امام اعظم، مسند ابی حنیفہ وغیرہ جیسی قیمتی کتب لکھی گئیں۔ خیرالقرون کے زمانہ میں

جب یہ کتابیں لکھی گئیں تو اس وقت سند پوچھنے کا رواج ہی نہ تھا پھر فتنے کے زمانہ میں اس کا آغاز ہوا تا کہ کوئی باطل عقائد و نظریات والا احادیث گھڑ کے مسلمانوں کے عقائد واعمال سے نہ کھیلے تفصیل کیلئے دیکھیے (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱) خیر القرون میں صحابہؓ، تابعینؒ اور تبع تابعین کا زمانہ آتا ہے لہذا سند پر جرح کی ابتدا بھی ان حضرات کے بعد شروع ہوئی اس لئے آج اگر کوئی بدبخت ان حضرات کے کیڑے نکالنے کی کوشش کرتا ہے تو اسے سوچ لینا چاہیے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے ارشاد "خیر القرون" کی نفی کر رہا ہے۔

(۴) محدثین نے "ضعیف" احادیث کا یہ اصول بیان کیا ہے کہ ہر ضعیف حدیث کو نہیں لیا جاسکتا البتہ وہ ضعیف حدیث جس پر "تعامل امت" پایا جائے۔ یعنی ایسا عمل جو تواتر کے ساتھ امت میں اسلام کے ابتدائی زمانہ سے چلا آرہا ہو اور یہ "ضعیف حدیث" اس تواتر عملی کے مطابق ہو یا فقہاء کرام نے بھی اس ضعیف روایت سے استدلال کیا ہو تو اس کا حکم بھی "صحیح حدیث" کا ہو جاتا ہے اور وہ روایت بھی صحیح کے حکم میں ہوتی ہے

(۵) مرسل حدیث اس روایت کو کہتے ہیں جس میں تابعی کسی حدیث کے متعلق "قال رسول اللہ" کہہ کر بیان کریں اور درمیان میں صحابی کا واسطہ ذکر نہ کریں اسے مرسل کہتے ہیں: "مرسل" حدیث کو بھی محدثین اور جمہور فقہاء نے قبول کیا ہے۔ بلکہ باقاعدہ اس سے استدلال کیا ہے۔

مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب کی کتاب

مرد وعورت کی نماز میں طریقہ کار کا فرق احادیث رسول ﷺ، روایات صحابہؓ اور اقوال تابعینؒ وتبع تابعینؒ سے ملتا ہے جس کا انکار کرنا قرآن وسنت اور سلف صالحین کے انکار کے مترادف ہے جبکہ احناف اہل سنت والجماعت عوام الناس کو سلف صالحین سے بدظن و بیزار نہیں کروانا چاہتے اس لئے احناف وہی عمل لے کر چلتے ہیں جو احادیث رسول ﷺ روایات صحابہؓ اور فقہائے امت سے مل رہا ہو اسی اصول کے پیش نظر حضرت مولنا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہ نے "خواتین کا طریقہ نماز" پر قرآن وسنت اور اجماع امت کی روشنی میں ایک کتاب لکھی جس میں مرد وعورت کے درمیان رکوع، سجدہ اور تشہد کے طریقہ کار کو مدلل سمجھایا۔ عوام الناس میں اس کتاب کی مقبولیت سے نالاں ہو کر ایک غیر مقلد عالم "صلاح الدین صاحب" نے جواب لکھا۔ جواب کیا تھا بس خانہ پوری تھی جو انہوں نے اپنی جماعت کے ناخواندہ حواریوں کی خوش کرنے کیلئے کی۔ ہم شاید اس بے تکی تحریر کا جواب نہ دیتے لیکن اس تحریر میں

بہت سارے مقامات پر احادیث صحیحہ کا انکار، صحابہؓ اور تابعینؒ وتبع تابعینؒ کے ارشادات کا رد اور جگہ جگہ ہمارے اکابرین کا مذاق اڑایا گیا اس لیئے اس تلبیسانہ تحریر کا جواب دینا ضروری ہو گیا تھا چنانچہ ہم نے حافظ صاحب کی تحریر کا جواب تو لکھا لیکن نہ تو اپنی اس تحریر میں بے ہودہ الزامات عائد کیے ہیں اور نہ ہی اعتدال کے دامن کو ہاتھ سے چھوڑا ہے ذیل کی سطور میں "مرد وعورت کی نماز میں فرق" کے حوالے سے مضبوط ترین حوالہ جات تحریر کیے گئے اور ساتھ ہی صلاح الدین صاحب کے بے جا اعتراضات کا جواب تفصیل سے لکھا ہے اسے پڑھیے اور الزامات کا جائزہ لیجئے۔

حضرت مفتی صاحب کے تین دعوے

حضرت مفتی صاحب نے اپنی کتاب کے شروع میں یہ تین دعوے کیے ہیں جن کو صلاح الدین صاحب نے یوں لکھا (۱) عورتوں کی نماز کا طریقہ بالکل مردوں کی طرح ہونا کسی بھی صحیح حدیث سے ثابت نہیں (۲) خواتین کا طریقہ نماز مردوں کے طریقے سے جدا ہونا بہت سی احادیث وآثار صحابہؓ وتابعینؒ سے ثابت ہیں (۳) چاروں آئمہ فقہ اس پر متفق ہیں۔ (ایضا ۲۵) حضرت مفتی صاحب کی تینوں دعوے ہی صحیح اور حق پر مبنی ہیں لیکن صلاح الدین صاحب نے حضرت مفتی صاحب کے پہلے دعوے کہ "عورتوں کی نماز کا طریقہ بالکل مردوں کی طرح ہونا کسی بھی صحیح حدیث سے ثابت نہیں" کا جواب کسی حد تک اثبات میں دیتے ہوئے یوں فرمایا "یہ بات ایک حد تک صحیح ہے" (ایضا ۲۵) گویا حضرت مفتی صاحب کی پہلی دعویٰ ہی حافظ صلاح الدین کو ماننا پڑا اور اس بات کا اقرار کرنا پڑا کہ واقعہ ہی اہل حدیثوں کے پاس ایک بھی ایسی روایت نہیں جس میں اس بات کی صراحت ہو کہ "عورتوں کا طریقہ نماز بالکل مردوں ہی کی طرح ہے"

صحابہؓ اور تابعینؒ کے بغیر قرآن سمجھنا مشکل ہے۔

قرآن وسنت کی تشریحات کو جب تک صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ وتبع تابعینؒ کی تعبیرات کی روشنی میں نہ سمجھا جائے اس وقت تک مسلمان قرآن وحدیث کو صحیح طور پر سمجھ نہیں سکتا۔ غیر مقلدین کا یہ عقیدہ ہے کہ مسلمان کے عمل کرنے کیلئے صرف اور صرف قرآن وحدیث ہی کافی ہے اور کسی تیسری چیز کی ضرورت نہیں۔ جبکہ انکا یہ کہنا "سو فیصد" جھوٹ ہے۔ اس جھوٹ کی سمجھ آپکو آگے آنے والی سطور میں ہی آئے گی اس لئے اس کی تفصیل یہاں عرض نہیں کرتا۔

حضرت مفتی صاحب نے جب احادیث کے ساتھ صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کا نام لیا تو حافظ صلاح الدین کہنے لگے کہ ''موصوف کو احادیث کے ساتھ آثار صحابہؓ وتابعینؒ کے ذکر کی کیوں ضرورت پیش آئی؟ ہمارے خیال میں اس کی وجہ محض وزن بڑھانا یا رعب ڈالنا ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ صحیح سند سے مروی ایک حدیث بھی اس مسئلہ پر احناف کے پاس نہیں اور ایسا ہی معاملہ آثار صحابہؓ وتابعینؒ کا ہے'' (ایضاً ۲۵) دیکھئے حافظ صلاح الدین نے ایک ہی جملہ میں ''صحیح'' احادیث اور روایات صحابہؓ وآثار تابعینؒ وغیرہ کا انکار کر دیا نعوذ باللہ من ذالک۔

سوال یہ ہے کہ کیا روایات صحابہؓ اور آثار تابعینؒ کا ذکر کرنا ''صحیح حدیث'' کے نہ ہونے پر دلالت کرتا ہے......؟ اور اگر صحابہ کرامؓ وتابعینؒ کے اقوال وافعال کی کوئی حیثیت ہی نہیں تو پھر امام بخاریؒ اور دیگر صحاح ستہ کے محدثینؒ نے اپنی اپنی کتب میں صحابہؓ اور تابعینؒ کے اقوال وافعال کیوں درج کئے....؟ یاد رکھیں کہ حضرت مفتی صاحب نے صحابہؓ اور تابعینؒ کے آثار نبی کریم ﷺ کی احادیث کی تائید میں پیش کئے ہیں ویسے بھی صحابہؓ اور تابعینؒ کے اقوال افعال نبی کریم ﷺ کے ''اسوۂ حسنہ'' کے خلاف نہیں ہو سکتے۔ اور آپ کے سامنے ان حضرات کے اقوال وافعال رکھنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ آپ کو یقین آجائے کہ احناف اس مسئلہ میں تنہا نہیں بلکہ پوری امت کا یہ اجماعی مسئلہ ہے۔

کیا یہ غیر مقلدین کی اندھی تقلید نہیں...؟

مرد وعورت کی نماز میں بہت سے فرق حافظ صلاح الدین نے بھی تسلیم کئے ہیں لیکن حضرت مفتی صاحب کی پیش کردہ احادیث وآثار کو ماننے اور اجماع امت کے مسئلہ کو لینے سے انکار کر دیا ہے۔ حافظ صاحب نے ان تمام احادیث کو جو حضرت مفتی صاحب نے پیش کیں انہیں ضعیف، موضوع اور ناقابلِ اعتبار بتلاتے ہوئے ''من كذب علىّ متعمدا فليتبوأ مقعده من النار'' (ایضاً ۱۲) کی وعید سنائی ہے۔ جبکہ یہ روایات وآثار محدثین وآئمہ رجال کے اصولوں کے عین مطابق ہیں۔ آخر حافظ صلاح الدین کے پاس وہ کون سا پیمانہ ہے جس کی بنیاد پر وہ ان احادیث کا انکار کرتے چلے جا رہے ہیں....؟ امتی کی بات ماننے کیلئے تو یہ تیار نہیں کیونکہ ان کے نزدیک صرف ''صحیح حدیث'' ہی عمل کیلئے کافی ہوتی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا اللہ اور رسول نے ان کو یہ بتایا ہے کہ یہ احادیث صحیح نہیں....؟ جب ایسا کوئی معاملہ نہیں تو پھر ان احادیثِ صحیحہ کا انکار محض حافظ ابن حجرؒ اور امام

بیہقیؒ کی تقلید میں ہی نہیں کیا جا رہا....؟

جناب صلاح الدین صاحب مسلکی، مذہبی اور اجتہادی بنیادوں پر اگر امام بیہقیؒ یا ابن حجرؒ کسی روایت کو صحیح یا ضعیف کہہ دیں یا کسی راوی پر جرح کر دیں تو اسے آنکھیں بند کر کے قبول نہ کیا جائے گا بلکہ دوسرے آئمہ حدیث وآئمہ فقہ کی تصحیح پر بھی نظر ڈالی جائے گی۔ حافظ صاحب کا طریقۂ واردات بھی کچھ اسی طرح کا ہے کہ ایک طرف تو کہتے ہیں ''تقلید'' حرام ہے اور دوسری طرف امام بیہقیؒ اور ابن حجرؒ کی اندھی تقلید کرتے ہیں۔ کیا اسی کا نام اہل حدیثیت ہے....؟

آنے والی سطور میں مرد وعورت کی نماز میں فرق کے حوالے سے حضرت مفتی صاحب کے پیش کردہ دلائل اور ان پر حافظ صلاح الدین کے لایعنی اعتراضات کے جوابات دیئے جائیں گے۔ اگر توجہ اور دیانت داری کے ساتھ انہیں پڑھیں گے تو انشاء اللہ آپ خود ہی فیصلہ فرما لیں گے کہ احادیث کا منکر کون ہے اور سلف صالحین سے بیزاری کس میں پائی جاتی ہے.....؟

مفتی سکھروی صاحب کی پہلی دلیل

''عن ابن عمرؓ انه سئل كيف كان النساء يصلين على عهد رسول الله ﷺ قال كن يتربعن ثم امرن ان يحتفزن'' (جامع المسانید ج اص ۴۰۰، ۴۰۱ مسند ابی حنیفہؒ بروایت البخاری، مسند ابی حنیفہؒ بروایت القاضی الاشنانی، مسند ابی حنیفہؒ بروایت ابن خسرو البلخی، اعلاء السنن ج ۳ ص ۲۰۱ وقال اسنادہ صحیح) حضرت ابن عمرؓ سے سوال ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں عورتیں کس طرح نماز پڑھتی تھیں....؟ انہوں نے فرمایا پہلے چار زانوں ہو کر بیٹھتی تھیں پھر انہیں حکم دیا گیا کہ خوب سمٹ کر نماز ادا کریں۔

اس حدیث کے متعلق حافظ صاحب لکھتے ہیں ''اس میں پہلے چار زانوں بیٹھنے کا کیا مطلب اور کیا طریقہ ہے...؟ اسی طرح خوب سمٹ کر نماز ادا کریں کا کیا مطلب ہے...؟ کب سمٹنا ہے...؟ موصوف نے ان چیزوں کی وضاحت نہیں کی۔ کم از کم ہماری سمجھ میں دونوں باتیں نہیں آئیں'' (کیا خواتین کا طریقۂ نماز مردوں جیسا ہے؟ ص ۳۰) حافظ صاحب کو اس حدیث کی وضاحت درکار ہے جب تک وضاحت نہ ہوئی تب تک انہیں اس روایت پر یقین نہیں آئے گا اس لئے ہم پہلے اس حدیث کی وضاحت رسول اللہ ﷺ کے ایک ارشاد مبارک سے کئے دیتے ہیں چنانچہ حضرت ابو سعید خدریؓ راوی ہیں کہ رسول

صلی اللہ علیہ وسلم.....''وکان یأمر الرجال ان یتجافوا فی السجودھم یأمر النساء ینخفضن فی سجودھن'' (سنن بیہقی ج۲ص۲۲۲،۲۲۳وقال ھذا الحدیث المشھور) مردوں کوحکم دیا کرتے تھے کہ خوب کھل کر سجدہ کریں اورعورتوں کوحکم دیا کرتے تھے کہ خوب سمٹ کر سجدہ کریں۔اس حدیث میں بھی صلاح الدین صاحب کہیں کیڑے نہ نکالنے لگ جائیں اسلئے ہم پہلے ہی محدثین کے اصول سے آگاہ کئے دیتے ہیں چنانچہ جب کوئی ''فقیہہ'' کسی حدیث سے استدلال کرے تو وہ حدیث ''صحیح'' ہوتی ہے۔(تدریب الراوی للسیوطیؒ ج۱ص۴۸، تلخیص الجبیر لابن حجرؒ ج۲ص۱۴۳،التحریر الاصول لابن ہمامؒ) اس روایت کے تمام راوی بھی بالکل صحیح ہیں اسی لئے امام بیہقیؒ فرمارہے ہیں ''ھذا الحدیث المشھور'' کہ یہ حدیث مشہور ہے۔

اس روایت میں پہلی حدیث کی تشریح موجود ہے کہ عورت کیلئے سجدہ کی حالت میں سمٹنا یعنی اپنے جسم کو خوب ملانا ہے۔یہی مسئلہ مشہور تابعی حضرت حسن بصریؒ نے بھی بیان کیا چنانچہ فرماتے ہیں ''المرأۃ تضمّ فی السجود'' (مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ص۳۰۲) یعنی عورت خوب سمٹ کر سجدہ کرے۔اس حدیث کے تمام راوی بخاری اور مسلم کے راوی ہیں اس لئے ان پر کوئی جرح نہیں ہوسکتی۔حافظ صلاح الدین کی فرمائش پوری کرتے ہوئے ہم نے ''جامع المسانید'' کی حدیث کی شرح حدیث نبوی،صحابہ اور تابعی کے قول کی روشنی میں واضح کردی۔امید ہے اب تسلی ہو چکی ہوگی۔

حافظ صاحب آگے لکھتے ہیں کہ ''تلاش بسیار کے باوجود ہمیں یہ حدیث نہیں ملی'' (ایضا۳۰) اگر حافظ صاحب کی فکر پاک ہوتی تو وہ اس روایت کو ضرور تلاش کرلیتے لیکن انہیں تو کسی کو جھوٹا ثابت کرنے کیلئے بہانہ چاہیے سو وہ ان کے ہاتھ آ ہی گیا جناب کو اگر ''جامع المسانید'' کے ج۱ص۲۰۰ پر حوالہ نظر نہیں آیا تو دوسرے صفحہ پر تلاش کرلیتے کتابت کی غلطی یا ایڈیشن کی تبدیلی بھی تو ہوسکتی ہے۔خیر ہم نے اس روایت کے صفحات درج کردیئے ہیں اب تلاش فرمالیں۔

مفتی سکھروی صاحب کی دوسری دلیل

عن وائل ابن حجرؓ قال قال لی رسول اللہ ﷺ یا وائل ابن حجر اذا صلیت فاجعل یدیک اذنیک ،والمرأۃ تجعل یدیھا حذا ثدییھا (معجم الکبیر للطبرانی ج۲۲ص۱۹،۲۰، مجمع الزوائد ج۲ص۱۰۳) یعنی حضرت وائلؓ کو نبی کریم ﷺ نے مخاطب

کرتے ہوئے فرمایا اے وائل جب تم نماز پڑھو تو اپنے ہاتھوں کو اپنے کانوں ــ کرو۔ ــ عورت نماز پڑھے تو ہاتھوں کو اپنی چھاتی کے برابر کرے۔

اس صحیح روایت پر بھی حافظ صلاح الدین نے اپنی عادت رذیلہ کی بنیاد پر اعتراض کیا اس حدیث میں انہیں اور تو کوئی خامی نظر نہیں آئی البتہ علامہ ہیثمیؒ کا ایک جملہ ''لم اعرفھا'' ان کے ہاتھ لگ گیا بس اسی کو لے کر انہوں نے حضرت مفتی صاحب پر ''برسنا'' شروع کیا چنانچہ لکھتے ہیں ''موصوف کی علمی دیانت دیکھئے کہ وہاں، جہاں سے انہوں نے یہ نقل کی ہے، یہ صراحت موجود ہے کہ اس میں ایک راوی مجہول ہے۔اس کے بعد اسے حدیث رسول کہہ کر بیان کردیا حالانکہ جس روایت میں ایک راوی بھی مجہول ہو وہ حدیث ناقابل حجت ہوتی ہے'' (ایضا۳۱)

حضرت مفتی صاحب مدظلہ کی علمی دیانت وامانت تو بالکل مسلمہ ہے اسی لئے انہوں نے صحیح حدیث نقل کی۔لیکن آپ نے خود بد دیانتی سے کام لیتے ہوئے صرف علامہ ہیثمیؒ کا ایک جملہ نقل کیا جبکہ دوسرا جملہ ''رجالہ ثقات'' (مجمع الزوائد ج۲ص۱۰۳) نقل نہ کیا۔اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں اسی لئے علامہ ہیثمیؒ نے ''رجالہ ثقات'' کا جملہ پہلے نقل کیا۔روایت ھذا کی ایک راویہ ایسی ہیں جو تابعیہ ''صغیرہ'' بھی ہیں اور تبع تابعیہ بھی ہیں علامہ ہیثمیؒ کو ان کا تعارف نہیں ان کی کنیت ''ام یحیی'' ہے اس لئے علامہ ہیثمیؒ فرماتے ہیں ''لم اعرفھا'' کہ مجھے ان کا تعارف نہیں لیکن چونکہ علامہ ہیثمیؒ ''حنفی'' محدث ہیں اس لئے انہوں نے تبع تابعیہ کے ''مجہول ہونے پر بھی ام یحیی کی ثقاہت کا انکار نہیں کیا پھر یہ راویہ ایسی بھی مجہولہ نہیں کہ علامہ ہیثمیؒ کے علاوہ کسی اور کو بھی ام یحیی کی معرفت حاصل نہ ہو بلکہ تاریخ دمشق میں ان کا نام ''کبشہؒ'' لکھا گیا ہے (تاریخ دمشق باب وائل ابن حجرؓ جز۶۲ص۳۹۰) اور اکمال الکمال میں ''ام یحیی'' ان کی کنیت درج کی گئی ہے (اکمال الکمال جز۲ص۴۷۸) اس وضاحت کے بعد ام یحیی مجہولہ بھی نہ رہیں اب تو صلاح الدین صاحب کو اس حدیث رسول پر ایمان لے آنا چاہئے۔اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے خود مرد وعورت کی نماز میں فرق کو بیان فرمایا ہے۔

حضرت مفتی سکھروی صاحب کی تیسری دلیل

عن یزید ابن حبیبؒ ان رسول اللہ ﷺ مرّ علی امرأتین تصلّیان ،فقال اذا سجدتما فضمّا بعض اللحم الی الارض،فان المرأۃ

لیست فی ذالک کالرجل (مراسیل ابی داؤد ص ۲۸، سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۲۳) یعنی نبی کریم ﷺ دو عورتوں کے قریب سے گزرے جو نماز پڑھ رہی تھیں آپ ﷺ نے ان کو دیکھ کر فرمایا کہ جب تم سجدہ کرو تو اپنے جسم کے بعض حصوں کو زمین میں چمٹا دو اس لیئے کہ ان میں عورت مرد کی مانند نہیں۔

اس روایت کا انکار کرتے ہوئے حافظ صاحب نے یوں لکھا کہ "یہ روایت مرسل ہے اور وہ بھی سنداً صحیح نہیں۔ اوّل تو محدثین کے نزدیک مرسل روایت ہی نا قابلِ حجت ہوتی ہے" (ایضاً ص ۳۲) دیکھئے اس صحیح روایت کو صلاح الدین صاحب ماننے کیلئے تیار نہیں اور پھر سینہ زوری دیکھئے کہ "مرسل حدیث" کا نا قابلِ حجت ہونا بھی محدثین کے کھاتے ڈال رہے ہیں حالانکہ محدثین کے نزدیک "مرسل" روایت حجت ہوتی ہے۔ اس کو ماننا اور اس کے مطابق عمل کرنا ضروری ہوتا ہے۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ "امام مالکؒ، امام ابو حنیفہؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور اکثر فقہاء کے نزدیک مرسل حجت ہے" (مقدمہ شرح مسلم ص ۱۷) یہی کچھ جلال الدین سیوطیؒ نے "تدریب الراوی" میں بھی لکھا ہے۔ بلکہ مرسل روایت کا انکار ابن جریرؒ، ابن عبد البرؒ، اور ابن رجبؒ جیسے محدثین کے نزدیک "بدعت وضلالت ہے" (تمہید، شرح علل الترمذی بحوالہ تانیب الخطیب لکوثری ص ۱۵۲) ہمیں نہیں معلوم کہ حافظ صلاح الدین ان محدثین کو کیا کہتے ہیں لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ وہ اپنے مسلک و مذہب کے واسطے ہر چیز داؤ پر لگانے کیلئے تیار ہیں۔ اس تفصیل سے پتہ چلا کہ مرسل حدیث حجت ہوتی ہے۔ اور اس کا انکار گمراہی ہوتا ہے۔ مرسل کے حوالے سے ہم نے بہت سی تفصیل صلاح الدین صاحب کے گزشتہ جواب میں عرض کردی ہے اس لئے اسے وہیں پر دیکھ لیں۔

سالمؒ راوی متروک یا ثقہ....؟

حافظ صاحب کا کہنا ہے کہ اس روایت میں ایک راوی سالم "متروک" ہے (ایضاً ۳۲) متروک اس راوی کو کہتے ہیں جو "متہم بالکذب" ہو۔ جبکہ سالم بن غیلانؒ اس الزام سے بری الذمہ ہیں۔ یہ بات اچھی طرح جان لیجئے کہ سالم بن غیلانؒ سنن اربعہ یعنی ابوداؤد، نسائی، ترمذی اور ابن ماجہ کے راوی ہیں۔ آئمہ رجال نے ان کو "کان فقیہا، لابأس بہ اور ثقہ قرار دیا ہے" (تہذیب لابن حجرؒ ج ۲ ص ۲۵۹، تقریب لابن حجرؒ ج ۱ ص ۱۹۵) امام بیہقیؒ نے اس روایت کو "منقطع" عیب دار ہونے کی وجہ سے نہیں کہا بلکہ اس کے "مرسل" ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اگر یہ روایت موضوع اور

نا قابلِ اعتبار ہوتی تو امام بیہقیؒ جیسے وسیع النظر محدث اسکو "استحباب" کے باب میں ہرگز نہ لاتے۔ اور آخر میں یہ بھی نہ فرماتے "وھو احسن من الموصولین قبلہ" گویا امام بیہقیؒ کے نزدیک بھی یہ روایت قابلِ استدلال ہے نیز انکا اس روایت کو استحباب کے باب میں لانے کا مقصد یہی ہے کہ وہ مرد و عورت کی نماز میں بوجہ "ستر عورت" فرق بیان کریں۔

مفتی سکھروی صاحب کی چوتھی دلیل

عن عبداللہ ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ اذا جلست المرأة للصلوٰة وضعت فخذھا علیٰ فخذھا الاخری واذا سجدت الصقت بطنھا فی فخذیھا کاستر مایکون لھا وان اللہ تعالیٰ ینظر الیھا ویقول یاملٰئکۃ اشھدکم انی قد غفرۃ لھا (سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۲۳، الکامل لابن عدی ج ۲ ص ۵۰۱) حضرت عبداللہ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ نماز کے دوران عورت بیٹھے تو اپنی ایک ران کو دوسری ران پر رکھے۔ اور اپنے پیٹ کو اپنی رانوں سے ملالے اس طرح کہ اس سے زیادہ سے زیادہ ستر ہو سکے اور اللہ تعالیٰ اس کی طرف دیکھتے ہیں اور فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ اے فرشتو تم گواہ رہو میں نے اس عورت کی بخشش کردی۔

اس حدیث کے متعلق صلاح الدین صاحب لکھتے ہیں "سکھروی صاحب نے اتنی اہم حدیث کا کوئی حوالہ ہی نہیں دیا۔ اسے بغیر حوالے کے اس کتاب میں نقل کردیا۔ ہمارے خیال میں اس کی وجہ اس کا حدیث رسول نہ ہونا ہے" (ایضاً ص ۳۳) حافظ صلاح الدین کو اب یہ کون سمجھائے کہ یہ حدیث بھی چونکہ "سنن بیہقی" کے اندر مندرجہ بالا حدیث کے بعد تھی اس لیئے حضرت مفتی صاحب نے اس کے حوالے کو نقل نہیں کیا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا حوالہ درج نہ ہونے کی وجہ سے حدیث ہی کا انکار ہو سکتا ہے....؟ اچھا ذرا یہ تو بتلائیں کہ امام بخاریؒ نے اپنی کتاب بخاری میں حضرت ابن زبیرؓ کا "آمین بالجہر" کے متعلق ایک فعل نقل کیا ہے (بخاری ج ۱ ص ۱۰۷) لیکن اس روایت کی کوئی سند ذکر نہیں کی اور نہ ہی اس فعل کا کوئی حوالہ دیا۔ اس کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے....؟

حافظ صلاح الدین نے اس روایت کے متعلق امام بیہقیؒ کا قول "لا یحتج بامثالھما" نقل کیا اور کہا کہ یہ سخت ضعیف ہے (ایضاً ۳۳) حافظ صاحب محض لوگوں پر رعب ڈالنے کیلئے امام بیہقیؒ کا

نام استعمال کر رہے ہیں ورگرنہ یہ حضرات تو کسی کی بھی تقلید کو حرام کہتے ہیں۔کیا امام بیہقیؒ کی تقلید میں کی روایت کو ضعیف کہنا انکی تقلید نہیں.....؟ ہم تو الحمدللہ اجماع اور مجتہد کے ارشاد کو دلیل سمجھتے ہیں اس لئے ''مجتہد'' کی تطبیق کے مقابلے میں کسی غیر مجتہد کی بات نہیں مانتے۔اور یہ بھی یاد رکھیں کہ خیر القرون کے مجتہدین کے مقابلے میں مابعد خیر القرون کے کسی آدمی کی بات بھی سننے کے لئے تیار نہیں کیونکہ خیر القرون لوگوں کی گواہی نبی کریم ﷺ کی حدیث سے ثابت ہے۔حضرت مفتی صاحب نے امام بیہقیؒ کی کتاب سے روایت نقل کی لیکن اس میں جو جرح ہے وہ مندرجہ بالا اصول کی بنیاد پہ قبول نہ کی کیونکہ آئمہ مجتہدین خیر القرون کے مجتہد ہیں اور امام بیہقیؒ ان سے بہت بعد کے۔پھر امام بیہقیؒ نے جو جرح کی ہے وہ ''مفسر'' بھی نہیں اور محدثین کا یہ اصول ہے کہ جب تک جرح مفسر نہ ہو اس وقت تک قابل قبول نہیں۔

روایت ہذا کے ایک راوی ابو مطیع رحمہ اللہ کی تصحیح

اس روایت کے ایک راوی ابو مطیع الحکم بن عبداللہ کوفیؒ ہیں ان پر امام بیہقیؒ کا ایک اعتراض حافظ صاحب نے نقل کیا ہے کہ ان کے نزدیک ''اس کی حدیثیں واضح طور پر ضعیف ہوتی ہیں'' (ایضا ۳۳) حافظ صلاح الدین صاحب باوجود غیر مقلد ہونے کے امام بیہقیؒ کی بات مانتے چلے جا رہے ہیں کیا یہ شرک فی النبی نہیں۔احناف اگر فروعی مسائل میں امام ابوحنیفہؒ کی بات مانیں تو ''مجرم'' کہلائیں اور جناب جس کو مرضی ہے اپنا امام بناتے چلے جائیں کوئی حرج نہیں فیاللعجب۔

محدثین نے ابو مطیع کے متعلق ضعیف ہونے کی جو تا کی ہے اس کی اصل وجہ یہ کہ انہوں نے ابو مطیع پر مرجیہ ہونے کا الزام لگایا ہے یعنی وہ جنت اور دوزخ کے پیدا ہونے کے بعد فنا ہونے کے قائل تھے۔مگر یہ الزام ان پر کسی طرح بھی صحیح نہیں ابو مطیع حضرت امام ابوحنیفہؒ کی عقائد کی مایۂ ناز کتاب ''فقہ الاکبر'' کے راوی ہیں۔اور فقہ اکبر میں ''جنت و دوزخ'' کے نہ صرف وجود کو مانا گیا ہے بلکہ اسکو ہمیشہ کے لئے تسلیم کیا گیا ہے۔چنانچہ اسی فقہ اکبر کی ایک عبارت ملاحظہ ہو ''والجنة والنار مخلوقتان الیوم لاتفنیان ابدا'' (فقہ الاکبر ص ۹۱،۹۰) نیز بیسیوں محدثین نے ابو مطیع الحکمؒ کی توثیق کی ہے مثلا امام ذہبیؒ فرماتے ہیں ''وفیھا ابو مطیع الحکم بن عبداللہ البلخی الفقیہ، صاحب ابی حنیفةؒ، وصاحب کتاب فقہ الاکبر'' (العبر فی خبر من غبر ج ا ص ۶۱) محدث عبداللہ ابن مبارکؒ ان کی تعظیم کرتے اور فرماتے ''ابو مطیع رحمہ اللہ

له المنة علی جمیع اهل الدنیا'' (تاریخ اسلام، حرف ح، ج ۳ ص ۴۵۷) ابو یعلی فرماتے ہیں ''وصالح فی الحدیث'' (الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث لابی یعلی ج ا ص ۱۴۶) علامہ خطیب بغدادی جنہیں آئمہ حدیث ''متعصب'' کہتے ہیں یہ بھی ابو مطیع کے بارے میں فرماتے ہیں ''ابا مطیع کان فقیها، بصیرا بالرأی وولی قضا بلخ'' (تاریخ بغداد ج ۳ ص ۴۶۸) امام العکریؒ فرماتے ہیں ''ابا مطیع کان من الامرین بالمعروف والناهین عن المنکر'' (مروج الذهب ج ا ص ۳۵۰) امام تقی غزیؒ فرماتے ہیں ''الامام العامل احد اعلام هذه الامة'' (الطبقات السنیة فی تراجم الحنفیة ج ا ص ۲۶۳) اور امام ابوعبداللہ محمد بن احمد العثمانیؒ فرماتے ہیں ''وکان بصیرا بالرأی علامة کبیر الشان'' (میزان الاعتدال ج ا ص ۵۷۴) حافظ صاحب امید ہے اب تو تسلی ہو گئی ہو گی اور اگر اتنے ڈھیر سارے محدثین اور آئمہ رجال کی توثیق کے باوجود آپ پر کوئی اثر نہیں ہوا تو سمجھ لیں کہ دال میں کچھ کالا ضرور ہے بہر حال اس تفصیل سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ ابو مطیع الحکم بن عبداللہ البلخی الکوفیؒ ثقہ، فقیہ، صالح اور کبیر الشان محدث گزرے ہیں اس لئے ان کی بیان کردہ روایت میں کسی بھی قسم کا نقص نہیں۔

مفتی سکھروی صاحب کی پانچویں دلیل

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال رسول الله ﷺ التسبیح للرجال والتصفیق للنساء (سنن ترمذی ص ۸۵، صحیح مسلم ج ا ص ۱۸۱) حضرت ابو ھریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا مردوں کیلئے یہ ہے کہ وہ تسبیح کہیں اور عورتوں کے لئے یہ ہے کہ وہ صرف تالی بجائیں۔

صلاح الدین صاحب نے اس روایت کو صحیح تسلیم کیا ہے لیکن شیطان نے ان کو ایک نئی پٹی پڑھائی چنانچہ انہوں نے اس روایت کے حوالے سے احناف اہل سنت والجماعت پر ایک نیا الزام عائد کرتے ہوئے یوں فرمایا کہ ''فقہ حنفی میں یہ اجازت ہی نہیں کہ عورت مسجد میں آ کر باجماعت نماز پڑھے جب ایسا ہے تو اس کا واضح مطلب ہے کہ احناف اس حدیث کو نہیں مانتے'' (ایضا ص ۳۴) دیکھئے احناف پر کتنا بڑا الزام لگا دیا اگر احناف اس روایت کو تسلیم نہ کرتے تو حضرت مفتی صاحب اس حدیث کو اپنے مسلک کی تائید مین پیش ہی کیوں کرتے.....؟ معلوم ہوا کہ صلاح الدین کا یہ الزام کذب پر مبنی ہے۔

یادرکھیں کہ احناف اہل سنت والجماعت کے ہاں عورتوں کو مطلقا مساجد میں آنے سے نہیں روکا جاتا بلکہ بوڑھی عورتیں اگر باپردہ ہو کر شرائط کو ملحوظ رکھتے ہوئے آئیں تو احناف کے ہاں اس کی اجازت ہے۔ رہا معاملہ جوان عورتوں کا تو ان کو مساجد سے دور رکھنے میں احناف اکیلے نہیں بلکہ صحابہ کرامؓ کی ایک کثیر تعداد بھی احناف ہی کے مؤقف کے مطابق چلنے والی ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ سے یوں روایت ملتی ہے "لوان رسول اللہ ﷺ رأی ما احدث النساء بعدہ لمنعھن المسجد کما منعت نساء بنی اسرائیل" (صحیح مسلم ج ا ص ۱۸۳) یعنی اگر رسول اللہ ﷺ وہ عمل دیکھ لیتے جو کہ عورتوں نے آپ ﷺ کے بعد ایجاد کیا تو آپ ﷺ ان کو مسجدوں میں آنے سے روک دیتے۔ جس طرح بنی اسرائیل کی عورتیں روک دی گئی تھیں۔ حضرت عائشہؓ نبی کریم ﷺ کی مراد اور طبیعت کو اچھی طرح سمجھتی تھیں اسی لئے یہ فرما رہی ہیں اور ویسے بھی آپ ﷺ نے عورتوں کے متعلق فرمایا "صلاۃ المرأۃ فی بیتھا خیر من صلاتھا فی حجرتھا ،وصلاتھا فی حجرتھا من صلاتھا فی دارھا ،وصلاتھا فی دارھا خیر من صلاتھا فی مسجد قومھا" (طبرانی فی اوسط بحوالہ شرح اعلاء السنن ج ا ص ۶۴۴، الترغیب والترھیب ص ۵۹) یعنی عورت کی نماز اس کی کوٹھڑی میں بہتر ہے اس کی اس نماز سے جو صحن میں ہو۔ اور اس کی وہ نماز جو صحن میں ہو بہتر ہے اس نماز سے جو اس کے احاطے میں ہو۔ اور اس کی نماز احاطے میں بہتر ہے اس کی اس نماز سے جو قوم کی مسجد میں ہو۔ اسی طرح کی ایک روایت مسند احمد، صحیح ابن خزیمہ، ابن حبان، جمع الفوائد، طبرانی اور ترغیب والترھیب میں بھی موجود ہے اس صحیح حدیث میں آقائے دوجہاں نبی کریم ﷺ نے عورتوں کی سب سے زیادہ ثواب والی نماز گھر کی بتلائی ہے۔ احناف بھی نبی کریم ﷺ کی اتباع میں عورتوں کو گھروں میں نماز پڑھنے کی زیادہ سے زیادہ ترغیب دیتے ہیں۔

صحابہ رضی اللہ عنہم بھی عورتوں کو مساجد میں آنے سے منع فرماتے

جہاں تک عورتوں کو مساجد میں آنے سے "مطلقا" روکنے کا الزام ہے یہ صحیح نہیں۔ احناف کے ہاں "جوان" عورتوں کو اس فتنے کے زمانے میں "بوجہ فتنہ" مساجد کے اندر آنے سے روکا جاتا ہے اور یہ عمل صحابہ کرامؓ سے بھی ثابت ہے چنانچہ ابو عمرو الشیبانیؒ سے روایت ہے انہوں نے دیکھا کہ حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ "یخرج النساء من المسجد یوم الجمعۃ ویقول اخرجن الی

بیوتکن خیرلکن" (طبرانی کبیر بحوالہ شرح اعلاء السنن ج ا ص ۶۴۵، مجمع الزوائد ج ا ص ۱۵۶ الترغیب ص ۵۹) یعنی وہ عورتوں کو جمعہ کے دن مسجد سے نکال رہے تھے۔ اور ساتھ ہی یہ فرما رہے تھے کہ تم اپنے گھر کو جاؤ۔ کیونکہ تمہارے لئے گھر ہی بہتر ہیں۔

اسی طرح ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود قسم کھا کر فرمایا کرتے "ما من مصلّی للمرأۃ خیر من بیتھا الا فی حج او عمرۃ الا امرأۃ قد یئست من البعولۃ وھی فی منقلیھا قلت ما منقلیھا قال امرأۃ عجوز قد تقارب خطوھا" (طبرانی بحوالہ شرح اعلاء السنن ج ا ص ۶۴۶، مجمع الزوائد ج ا ص ۱۵۵، رجالہ ثقات) یعنی عورت کیلئے اس کے گھر سے بہتر نماز کیلئے کوئی جگہ نہیں، حج اور عمرہ کے سوا نیز اس بوڑھی عورت کے علاوہ جو نکاح کے قابل نہ رہی ہو اور بڑھاپے کی وجہ سے جھک گئی ہو اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ صلاح الدین صاحب نے احناف پر محض الزام لگایا ہے کہ یہ عورتوں کو مسجدوں میں آنے سے روکتے ہیں ہم تو بوڑھی عورتوں کو آج بھی مساجد میں آنے سے نہیں روکتے البتہ صحابہ کرامؓ کے قول و فعل کے مطابق جوان عورتوں کو گھر میں ہی نماز پڑھنے کی تلقین کرتے ہیں۔ اور اس بات پر بھی یقین رکھتے ہیں کہ صحابہ نبی کریم ﷺ کی منشاء کے خلاف کوئی کام نہیں کرسکتے۔ اس بات کی مزید تفصیل کیلئے حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا منیر احمد منور صاحب مدظلہ کی مدلل کتاب "حنفی تحقیق" کا مطالعہ کریں۔

حافظ صلاح الدین ان باتوں کا کوئی جواب ہے....؟

(۱) حافظ صاحب ہی بتلائیں کہ ان کی مساجد میں ہر نماز پر عورتیں موجود ہوتی ہیں...؟

(۲) کیا ان کی مسجدوں میں عورتیں مردوں کے پیچھے اسی طرح کھڑی ہوتی ہیں جس طرح نبی کریم ﷺ کے شروع دور میں کھڑی ہوتی تھیں....؟

(۳) اگر ایسا نہیں تو پھر طعنہ صرف احناف ہی کو کیوں....؟

(۴) آج فتنے کے زمانہ میں عورتیں بے پردہ ہو کر بے خوف و خطر باہر گھومتی ہیں اگر اسی حالت میں وہ نماز پڑھنے کیلئے آنے لگیں (بعض جگہوں میں آنے بھی لگی ہیں) تو کیا اس طرح ان کا مساجد میں آنا صحیح ہے....؟

(۵) عورت پر مساجد میں جانا باجماع امت "فرض" نہیں جبکہ پردہ کرنا ہر عورت پر فرض ہے

ایک عورت پردہ کے بغیر مسجد میں جائے کیا اس طرح اس کا مسجد میں جانا جائز ہوگا....؟

(۶) اسی طرح عورت نے خوشبو لگائی ہو اور مسجد کے طرف نماز کیلئے مردوں کی مجلس سے گزر کر جائے کیا اس طرح اس کا مسجد میں جانا صحیح ہے....؟

(۷) کیا فی زمانہ عورتیں ''مجموعی'' طور پر اسی طرح نہیں کر رہیں....؟

(۸) کیا نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عورت کا گھر میں نماز پڑھنا مسجد میں نماز پڑھنے سے زیادہ بہتر اور فضیلت والا نہیں بتلایا....؟

(۹) کیا صحابہ کرام عورتوں کو فتنے کی وجہ سے مساجد میں آنے سے نہیں روکتے تھے....؟

(۱۰) کیا ابن مسعودؓ جیسے جلیل القدر صحابی رسول عورتوں کو مساجد میں آنے سے روک کر نبی کریم ﷺ کی حدیث کی مخالفت کر سکتے ہیں....؟ .....تلک عشرۃ کاملۃ...

ان تمام سوالوں کا جواب حافظ صلاح الدین سے ''صحیح، صریح اور مرفوع حدیث'' کی روشنی میں درکار ہے.....ھاتوا برھانکم ان کنتم صدقین (القرآن)

اس روایت میں بھی فرق موجود ہے

حضرت مفتی صاحب نے ابوہریرہؓ کی اس حدیث کو مرد و عورت کی نماز میں فرق کے حوالے سے ہی پیش کیا ہے اگر ہم مساجد میں عورتوں کی نماز کے بالکل ہی قائل نہ ہوتے تو حضرت مفتی صاحب مدظلہ اس روایت کو پیش ہی نہ کرتے۔ معلوم ہوا کہ احناف عورتوں کو مساجد میں آنے سے مطلقاً نہیں روکتے۔ اس حدیث سے دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اگر کسی جگہ مرد اور خواتین قرآن وسنت کی شرائط کا لحاظ رکھتے ہوئے با جماعت نماز ادا کر رہے ہوں تو امام کی غلطی پر مرد باآواز بلند سبحان اللہ کہے گا۔ اور اگر مردوں کو امام کی غلطی کا پتہ نہ چلے تو عورت تالی بجا کر امام کو غلطی سے آگاہ کرے گی، یہ ہے مرد و عورت کی نماز میں ایک فرق جسے مفتی صاحب نے پیش کیا اور اس فرق کو ''غیر مقلدین'' بھی مانتے ہیں۔

مفتی سکھروی صاحب کی چھٹی دلیل

قال ابوبکر بن شیبہ حدثنا ھشیم قال انا شیخ لنا قال سمعت عطاء سئل عن المرأۃ کیف ترفع یدیھا فی الصلوٰۃ قال حذو ثدییھا (وقال ایضا بعد اسطر) لاترفع بذالک یدیھا کالرجل واشارہ

فخفض یدیہ جدا وجمعھا الیہ جدا وقال ان للمرأۃ ھیئۃ لیست للرجل (المصنف ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۳۹، کتاب الصلوہ، ثانی روایت عبدالرزاق ج ۳ ص ۱۳۷ حدیث نمبر ۵۰۶۶) یعنی امام بخاریؒ کے استاد ابوبکر بن شیبہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث ہشیم نے بیان کی اور ان کو ان کے استاد اور شیخ (مسمع بن ثابت) نے بیان کی اور وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء سے سنا، ان سے عورت کے بارے میں پوچھا گیا کہ وہ نماز میں کیسے ہاتھ اٹھائے...؟ تو انہوں نے فرمایا کہ اپنی چھاتیوں تک۔ (اور کچھ سطور کے بعد فرمایا) اور اپنے ہاتھوں کو اس طرح نہ اٹھائے جس طرح مرد اٹھاتے ہیں اور انہوں (یعنی حضرت عطاءؒ) نے اس بات کو جب اشارے سے بتلایا تو اپنے ہاتھوں کو کافی پست کیا اور دونوں کو اچھی طرح ملایا اور فرمایا کہ نماز میں عورت مرد کی طرح نہیں۔

حضرت عطاءؒ بہت بڑے ولی کامل اور بیسیوں صحابہؓ سے قرآن وسنت کی تعلیم لینے والے عظیم الشان تابعی ہیں یہ بھی وہی کچھ فرما رہے ہیں جو حضرت وائل ابن حجرؓ کی حدیث میں گزرا ہے گویا تابعی کا یہ اثر بھی اس روایت کی تصدیق وتوثیق کر رہا ہے کہ عورت مرد کی طرح رفع یدین نہیں کرے گی۔

صلاح الدین صاحب کی دھوکہ بازی

ان دو اثروں پر حافظ صلاح الدین نے جو طبع آزمائی کی اس کی ایک جھلک بھی ملاحظہ فرمالیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ ''یہ دو اثر ہیں یعنی تابعی کے دو قول ہیں لیکن سکھروی صاحب نے ان دونوں کو ایک بنا کر پیش کیا......اس سے قبل ان روایات میں بھی انہوں نے تلبیس اور کتمان سے کام لیا'' (ایضاص ۳۵) حافظ صلاح الدین نے جس طرح حضرت مفتی صاحب پر پہلے الزامات لگائے اسی طرح یہ بھی ایک بہتان ہے۔ حضرت مفتی صاحب نے ان دونوں روایتوں کے درمیان بریکٹ ڈال کر یہ لکھا ''وقال ایضا بعد اسطر'' اس عبارت کا مطلب ہر عربی دان سمجھتا ہے اور یہ جملہ ان دونوں روایات کے الگ الگ ہونے کا واضح اشارہ بھی دے دیا۔ چونکہ یہ دونوں اقوال حضرت عطاء تابعیؒ کے تھے اور تھے بھی قریب اس لئے حضرت مفتی صاحب نے اختصار کے پیش نظر ان دونوں کو ایک ہی جگہ جمع کر دیا۔ مفتی صاحب پر الزام لگانے کی بجائے حافظ صلاح الدین اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں کیونکہ انہوں نے خود تلبیس وکتمان سے کام لیتے ہوئے بریکٹ کے جملے کا ترجمہ ہی حزف کر دیا اور اس کا صحیح مطلب بیان کرنے کی بجائے حضرت مفتی صاحب پر الزام تراشی شروع کر دی۔

حضرت ہشیمؒ کے شیخ ''تبع تابعی'' پر اعتراض!

حضرت عطاءؒ کے ان دو اثروں میں سے پہلے اثر پر حافظ صلاح الدین نے یہ اعتراض کیا کہ اس میں عطاءؒ اپنے ''شیخ'' سے روایت کرتے ہیں ''وہ شیخ کون ہیں ...؟ اور کیسے ہیں...؟ ثقہ ہیں یا ضعیف، جب تک اس کی بابت یہ تفصیل معلوم نہیں ہوگی یہ قول ضعیف اور پایۂ اعتبار سے ساقط ہو گا'' (ایضاص ۳۶)

بات کا بتنگڑ بنانا اور بے وجہ کیڑے نکالنا صلاح الدین صاحب کا بہترین مشغلہ بن چکا ہے اسی لئے حضرت مفتی صاحب کی ہر دلیل کو جانتے بوجھتے ہوئے بھی ردی کی ٹوکری میں پھینکتے چلے جارہے ہیں۔ کیا انہوں نے مصنف ابن ابی شیبہ نہیں پڑھا...؟ کیا اس میں حضرت ہشیمؒ کا یہ قول ان کی نظروں سے نہیں گزرا جس میں انہوں نے فرمایا ''حدثنا هشيم اخبرنا شيخ يقال له مسمع بن ثابت قال رأيت عطاء'' (مصنف ابن ابی شیبہ باب نمبر ۷۵ حدیث نمبر ۳) اس عبارت سے صاف طور پر واضح ہو رہا ہے کہ حضرت ہشیمؒ اپنے شیخ کا نام ظاہر فرما رہے ہیں گویا بعض مقامات پر انہوں نے اپنے شیخ کا نام ادب واحترام کی بنیاد پر نہیں لیا۔ اور بعض مقامات پر صاف طور پر نام بھی لے لیا تاکہ استاد کے متعلق کسی قسم کا شبہ نہ رہے۔ چنانچہ ایک مقام پر فرماتے ہیں ''حدثنا هشيم اخبرنا مسمع بن ثابت قال رأيت عطاء فعل ذالك مثل'' (مصنف ابن ابی شیبہ ج۸ ص۲۱۲) یہاں پر حضرت عطاءؒ نے اپنے شیخ کا نام صراحتاً ذکر کر دیا۔

اس وضاحت کے بعد اب تو حضرت ہشیمؒ کے شیخؒ مجہول نہ رہے۔ پھر صلاح الدین صاحب یہ بھی بتلادیں کہ ان کے نزدیک تبع تابعیؒ کا کیا مقام ہے...؟ کیونکہ حضرت مسمع بن ثابتؒ تبع تابعی ہیں اور تبع تابعیؒ کا زمانہ بقول نبی کریم ﷺ ''شر'' سے پاک خیر القرون کا زمانہ ہے اس لئے ان پر ''ضعیف'' ہونے کی مہر نہیں لگ سکتی۔

نوٹ:۔

اس روایت کی عبارت کے لکھنے میں بھی کتابت کی غلطی ہوئی اور ممکن ہے حضرت مفتی صاحب سے ہی بھول سے ''حدثنا هشيم قال انا شيخلنا قال'' والی عبارت رہ گئی ہو۔ اصل عبارت یہی ہے جو ہم نے اوپر لکھ دی اس لئے اس عبارت کو اچھی طرح دیکھ لیجئے۔

صلاح الدین صاحب کی تقلیدِ شخصی!

دوسرے اثر عطاءؒ پر حافظ صلاح الدین نے بڑا عجیب اعتراض کیا چنانچہ فرماتے ہیں ''امام ابوبکر کہتے ہیں کہ میں نے امام علی بن مدینی کی کتاب میں دیکھا، انہوں نے یحییٰ بن سعید سے ابن جریج کی اس حدیث کی بابت پوچھا جو وہ حضرت عطاء سے ''عن'' سے روایت کرے...؟ تو انہوں نے کہا کہ وہ ضعیف ہے'' (ایضاص ۳۶) عجیب بات ہے کہ ایک طرف تو صلاح الدین صاحب اپنے بڑوں کی بات اور فتوے کو رد کرتے ہوئے یوں فرماتے ہیں ''عدمِ تقلید کی برکت سے الحمدللہ ہم اکابر پرستی سے محفوظ ہیں'' (ایضاص ۵۷) لیکن یہاں ایک نہیں تین اماموں کی بات پر ''لبیک'' کہتے ہوئے بخاری اور مسلم کے راوی کو بھی ضعیف ثابت کر دیا۔ کیا امام ابوبکرؒ، امام علی بن مدینیؒ اور یحییٰ بن سعیدؒ نبی ہیں جو ان کی بات کو بطور دلیل پیش کیا جارہا ہے...؟ چاہئے تو یہ تھا کہ صلاح الدین صاحب اس حوالے سے کوئی صحیح حدیث رسول ﷺ پیش کرتے لیکن وہ تو ان کے پاس تھی نہیں اس لئے انہیں ان تین حضرات کی اندھی تقلید کرنا پڑی۔ بہرحال حافظ صاحب نے ''یحییٰ بن سعیدؒ'' کی تقلید میں جو اعتراض کیا ہے وہ سرے سے ہی غلط لایعنی ہے۔

''عن'' والی جرح مان کر صحیحین کی احادیث بھی غلط ثابت ہونگی

اول۔ تو اس لئے کہ اگر یحییٰ بن سعیدؒ کی بات مان لی جائے تو پھر بخاری اور مسلم سمیت بہت سی کتب حدیث میں سینکڑوں روایات کا انکار کرنا پڑے گا کیونکہ ان احادیث میں بھی حضرت جریجؒ حضرت عطاءؒ سے لفظ ''عن'' کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔ چنانچہ بخاری کی ایک روایت میں یوں سند آتی ہے۔ ''حدثنا عبدالرزاق اخبرنا ابن جريج عن عطاء قال سمعت ابن عباس'' (کتاب الصلوٰۃ، باب قول اللہ تعالیٰ واتخذ وامن مقام ابراہیم مصلی حدیث نمبر ۳۸۳) اور مسلم کی ایک حدیث اس طرح ہے'' حدثنا ابو بكر بن شيبه وابن نميد جميعا عن حفص بن غياث قال ابن نمير حدثنا حفص عن ابن جريج عن عطاء عن عبيد بن عمير عن عائشه'' (مسلم کتاب الصلوٰۃ، باب استحباب رکعتی سنۃ الفجر حدیث نمبر ۱۱۹۲) اس تفصیل سے یہ باوضح ہوگئی کہ ابن جریجؒ پر اگر ''عن ابن عطاء'' کا الزام عائد کیا جائے تو پھر بخاری اور مسلم کی بھی روایات ناقابل اعتبار ٹھہریں گی اور اس کو کوئی بھی ذی شعور قبول نہ کرے گا۔

دوئم ۔حضرت ابن جریجؒ عظیم الشان تبع تابعی ہیں انہوں نے بیسیوں تابعینؒ سے قرآن وسنت کی تعلیم حاصل کی حضرت عطاءؒ جواس وقت صحابہ کرامؓ کے مایہ ناز شاگرد تھے حضرت ابن جریجؒ نے ان سے شرف تلمذ کیا اور صف اول کے محدث اور مفسر قرآن بنے۔

اگر محدثین حضرت ابن جریجؒ کے استاد حضرت عطاءؒ سے لفظ ''عن'' سے روایت نہیں کریں گے تو اور کیا کریں گے....؟

کیا استاد کے شاگرد سے لفظ عن سے روایت نہیں کی جاتی....؟

یقیناً کی جاتی ہے اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ حضرت عطاءؒ کا یہ اثر بھی صحیح اور مضبوط ہے حافظ صلاح الدین نے اس پر جو اعتراض کیا وہ بے جا اور بے وزن تھا لہٰذا اس روایت پر عمل کرنا ضروری ہے۔اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر جرح قابل قبول نہیں ہوتی جیسا کہ صلاح الدین صاحب نے یحییٰ بن سعید کی ابن جریجؒ کے متعلق ''جرح'' آنکھیں بند کر کے نقل کر دی۔حالانکہ یہ جرح اصولی طور پر بن ہی نہیں سکتی۔وگرنہ بخاری اور مسلم کی روایات سے بھی ہاتھ دھونا پڑیں گے۔

امّ درداءؓ کی روایت اہل حدیثوں کی دلیل نہیں بن سکتی

ابن جریجؒ جیسے بخاری اور مسلم کے راوی پر بداعتمادی پیدا کرنے کے بعد صلاح الدین جیسے ''مجتہد'' حضرت امّ درداءؓ کی یہ روایت اپنی تائید میں لائے ''حضرت عبدربہ بن زیتون کہتے ہیں'' رأیت ام درداء ترفع کفیہا حذ ومنکبیہا حین تفتتح الصلوٰۃ، فاذا قال الامام سمع اللہ لمن حمدہ رفع یدیہا قالت اللہم ربنا لک الحمد'' (ایضاص ۳۷) یعنی میں دیکھا امّ درداءؓ کو کہ جب وہ نماز شروع کرتیں تو اپنی ہتھیلیاں (اس کے معنی نیچے بھی ہوتا ہے) اپنے کندھوں تک اٹھاتیں، اور جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہتا تو اپنے ہاتھ اٹھاتیں اور کہتیں اللہم ربنا لک الحمد۔

اگرچہ ام درداءؓ کے صحابیہ ہونے میں اختلاف ہے بہرحال ان کے اس اثر کو نقل کر کے صلاح الدین صاحب بزعم خویش یوں فرماتے ہیں ''دیکھئے اس اثر میں ایک صحابیہ کا وہ عمل بیان ہو رہا ہے جس میں اہل حدیث کے مؤقف کی واضح تائید ہوتی ہے'' (ایضاص ۳۷) ہم یہ عرض کریں گے کہ صلاح الدین صاحب کسی بھی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں اور نہ ہی اپنے اہل حدیثوں کو دھوکے میں رکھیں کیونکہ

حضرت ام درداءؓ کا یہ عمل کسی بھی طرح غیر مقلدین کی تھوڑی سی بھی تائید نہیں کرتا۔

اول تو اس لئے کہ اس روایت میں کندھوں تک ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے۔ظاہر ہے کہ ہاتھ میں انگلیاں بھی شمار ہوتی ہیں جو نیچے کے طور پر ہاتھ میں داخل ہیں جب انگلیاں کندھوں تک پہنچیں گی تو ہتھیلیاں عورت کی چھاتی اور سینے تک رہیں گی اور اس طرح یہ روایت احناف کی دلیل بن جائے گی نہ کہ اہل حدیثوں کی۔نیز دوسری روایات میں ''کفیہا'' کی بجائے ''یدیہا'' اور ''ثدییہا'' کے الفاظ آتے ہیں جو اسی مفہوم کی تائید کرتے ہیں۔اس لئے یہی سب سے موزوں معنیٰ ہیں۔

اسی حدیث کو حضرت مفتی سبحان صاحبؒ نے ''جزء رفع یدین للبخاری'' کے حوالے سے بیان کیا ہے۔لیکن حافظ صلاح الدین اس روایت کو اپنی دلیل بنانے پر بضد ہیں۔یہ بات ذہن نشین رہے کہ حضرت مفتی سبحان صاحبؒ نے اس روایت کو صرف اپنے مدعیٰ یعنی کندھوں تک ہاتھ اٹھانے کے لئے ہی بیان کیا ہے۔جو کہ اس روایت سے ثابت ہو رہا ہے۔

دوئم اس لئے کہ کانوں تک ہاتھ اٹھانے کی صحیح روایات مردوں کے لئے ثابت ہیں لیکن عورتوں کیلئے کتب حدیث میں ایک بھی ایسی روایت نہیں ملتی جس میں کانوں تک ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہو پھر یہ روایت اہل حدیثوں کی تائید کیسے کر سکتی ہے...؟

سوئم اس لئے کہ اس روایت میں حضرت ام درداءؓ کا عمل صرف دو جگہ رفع یدین کا ملتا ہے ایک تو نماز کے شروع میں اور دوسرا رکوع سے اٹھتے ہوئے۔جبکہ اہل حدیث نماز میں چار جگہ رفع یدین کرتے ہیں دو تو یہی لیکن تیسرا رکوع جاتے اور چوتھا تیسری رکعت کے لئے اٹھتے ہوئے۔ام درداءؓ تو رکوع جاتے ہوئے رفع یدین نہیں کر رہیں اور نہ ہی تیسری رکعت کے لئے اٹھتے ہوئے کرتی ہیں۔تو پھر ایمان داری سے بتلائیں کیا یہ روایت اہل حدیث حضرات کی دلیل بن سکتی ہے....؟

چہارم اس لئے کہ اس روایت میں ''ام درداء'' مجہولہ راویہ ہیں اور ابھی تک آپ اپنے اصول کے مطابق حضرت مفتی صاحب کو انکی روایات میں ''مجہول'' راویوں کا جھوٹا طعنہ دیتے آئے ہیں کہ ''جس سند میں راوی بھی مجہول ہو وہ حدیث نا قابل حجت ہوتی ہے اس کو استدلال میں پیش نہیں کیا جاسکتا'' (ایضاص ۳۱) لیکن اب اپنی باری آئی تو آنکھیں بند کر کے اس مجہول روایت سے استدلال کر دیا آخر کیوں.....؟

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

امام زہریؒ کی روایت بھی اہل حدیثوں کی تائید نہیں کرتی

صلاح الدین صاحب نے اپنے مسلک کی تائید میں حضرت امام زہریؒ کا حوالہ پیش کیا چنانچہ لکھتے ہیں ''امام زہریؒ نے کہا ''ترفع یدیھا حذو منکبیھا'' عورت اپنے ہاتھ اپنے کندھوں تک اٹھائے۔ اس میں بھی اہلحدیث کی تائید ہے'' (ایضاً ص ۳۷) حالانکہ اس اثر کا بھی اہل حدیث حضرات کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں کیونکہ اس روایت میں بھی عورت کے کندھے تک ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے کانوں تک نہیں جبکہ مردوں کے لئے کانوں تک ہاتھ اٹھانے کی روایات بھی ملتی ہیں اس لئے اس روایت کو اپنی تائید میں کہنا صلاح الدین صاحب کی محض سینہ زوری ہے۔

امّ درداءؓ کی یہ روایت بھی غیر مقلدین کیلئے سودمند نہیں

حافظ صاحب نے ایک روایت اپنے مدعا کو ثابت کرنے کے لئے حضرت امّ درداءؓ کی یہ بھی پیش کی ہے ''وکانت ام درداءؓ تجلس فی صلاتھا جلسة الرجل'' یعنی حضرت ام درداءؓ اپنی نماز میں مردوں کی طرح بیٹھتی تھیں ''اور وہ فقیہہ تھیں'' (ایضاً ص ۳۸) اس اثر کو نقل کرکے لکھتے ہیں ''اس سے مراد تشہد میں بیٹھنے کی کیفیت ہے یعنی تشہد وغیرہ میں عورت اور مرد میں سے کوئی بھی چارزانوں نہ بیٹھے'' (ایضاً ص ۳۸) صلاح الدین صاحب نے حضرت ام درداءؓ کا جو اثر پیش کیا ہے صحیح بخاری میں اس کی سند دیکھادیں...؟ ابھی تک تو وہ ہمیں ''مجہول سند'' کا طعنہ دیتے آئے ہیں اور اب جب اپنی باری آئی تو ''سند'' کے بغیر ہی اثر صحابیؓ کو ''اپنی دلیل'' بنا کر پیش کردیا پھر... ''اور وہ فقیہہ تھیں''... کا جملہ ترجمہ میں اپنی طرف سے بڑھادے

کیا آپ کی نقل کردہ عبارت ''جلسة الرجل'' کے بعد کوئی ایسا جملہ ہے جس کا یہ ترجمہ بن رہا ہو....؟

کیا آپ کسی فقیہ یا فقیہہ کی بات حجت مانتے ہیں.....؟

اور یہ بھی یاد رہے کہ آپ کی پیش کردہ اس روایت سے استدلال متعدد وجوہ سے صحیح نہیں۔

(۱) اس روایت میں صرف بیٹھنے کی کیفیت معلوم ہو رہی ہے اور وہ کسی عارضہ کی وجہ سے بھی ہو سکتی تھی۔ کیونکہ ذخیرۂ حدیث میں نماز کے اندر ام درداء کے سوا کسی بھی عورت کی کیفیت ''تشہد'' میں بیٹھنے کی بیان نہیں ہوئی۔

(۲) اس روایت میں پوری نماز کا ذکر تک نہیں اور نہ ہی کسی اور روایت میں ملتا ہے۔ یعنی نہ ہاتھ اٹھانے کا، نہ رکوع کرنے کا اور نہ ہی سجدہ وغیرہ کا۔ لہٰذا یہ روایت مجمل ہے اور مجمل روایت کو مفصل روایات کے مقابلہ میں مستدل نہیں بنایا جاسکتا۔

(۳) اگر امّ درداءؓ کے اس فعل سے یہ مان بھی لیا جائے کہ وہ مردوں کی طرح بیٹھتی تھیں تو پھر بھی ان کے ان ''منفرد'' عمل سے نبی کریم ﷺ کے احکامات، خلفائے راشدینؓ اور پوری امت کے اجماعی عمل کو چھوڑ سکتے ہیں۔

(۴) اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ صرف ام درداءؓ ہی نماز میں ایسے بیٹھتی تھیں۔ کوئی اور صحابیہ رضی اللہ عنہا یا تابعیہؒ ایسے بیٹھ کر نماز نہ پڑھتی تھے۔ اگر کسی اور صحابیہؓ یا تابعیہؒ کا عمل تو اسے لاکر پیش کریں فأتوا به ان کنتم صدقین....؟

(۵) حافظ ابن حجرؒ اس اثر کے متعلق فرماتے ہیں ''لم یورد البخاری اثر امّ درداء لیحتج به بل لتقویة'' (فتح الباری شرح بخاری ج ۲ ص ۲۵۲) یعنی امام بخاریؒ نے اثر ام درداءؓ (مردوں کے تشہد کی) تقویت کیلئے ذکر کیا ہے۔ اس لئے نہیں کہ اس سے (عورتوں کی نماز کیلئے) استدلال کیا جائے۔

ان احتمالات کی بنیاد پر صرف اسی ایک روایت سے استدلال کرنا صحیح نہ ہوگا پھر محض اسی اثر کو لے کر باقی تمام روایات کا انکار یا رد کرکے ہم یہ کیسے مان لیں کہ مرد و عورت کی نماز میں کوئی فرق نہیں...؟

مفتی سکھروی صاحب کی ساتویں دلیل

عن علیؓ قال اذا سجدت المرأة فلیحتفز ولتضم فخذیها

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۰۲، سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۲۲) حضرت علیؓ نے فرمایا جب عورت سجدہ کرے تو (خوب سمٹ کر سجدہ کرے اور) سرین کے بل بیٹھے نیز اپنی رانوں کو ملالے۔

اس حدیث پر صلاح الدین صاحب نے پہلا اعتراض یہ کیا کہ اس روایت کے الفاظ بیہقی میں صرف ''فلتضم فخذیها'' تک ہی ہیں جبکہ ''فلتحتفز'' کا لفظ نہیں (ایضاً ۳۹) واقعۃً ہی یہ الفاظ بیہقی میں اتنے ہی ہیں لیکن مصنف ابن ابی شیبہ میں اس روایت کے الفاظ اتنے ہی ہیں جو حضرت مفتی صاحب نے نقل کیے۔ ممکن ہے کہ مصنف ابن ابی شیبہ کا حوالہ لکھنے میں مفتی صاحب سے بھول ہوگئی

ہو۔اس لئے ہم نے پہلے ہی اس کا حوالہ لکھ دیا۔تاکہ آپ کو ''تلاش بسیار'' نہ کرنی پڑے۔

دوسرا اعتراض اس روایت کی سند میں ''حضرت حارثؒ'' پر کیا کہ ابن حجرؒ نے کہا ہے کہ ''یہ رفض کے ساتھ متہم ہے'' (ایضا ۳۹) یہ بات یاد رکھیں کہ رافضیت کے بہت سارے فرقے ہیں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے ''تحفہ اثنا عشریہ'' میں (۳۲) فرقے لکھے ہیں اس لئے اول تو یہی معلوم نہیں کہ رافضیت کی کس قسم کے ساتھ متہم ہیں...؟ دوئم محدثانہ اصول ہے کہ جب جرح ''مبہم'' ہو تو وہ قابل قبول نہیں ہوتی۔ابن حجرؒ کی یہ جرح بھی واضح نہیں اس لئے مؤثر نہ ہوگی۔

حضرت حارثؒ سنن اربعہ کے راوی ہیں

ایک اعتراض یہ بھی کیا ہے کہ ''بعض محدثین نے اس کو کذاب کہا ہے'' (ایضا ص ۳۹) یہ ان پر خالص بہتان ہے حضرت حارثؒ سنن اربعہ یعنی ابوداؤد، نسائی، ترمذی اور ابن ماجہ کے راوی ہیں۔ چنانچہ ابن حجرؒ ان کے متعلق فرماتے ہیں ''حدیث الحارث فی السنن الاربعة والنسائی'' (الرفع التکمیل فی جرح والتعدیل ص ۳۸) امام احمد صالحؒ فرماتے ہیں ''الحارث الاعور ثقه، ماحفظه وما احسن ماروی عن علیؓ'' (تہذیب لابن حجر ج ۱ ص ۴۱۰، ۴۱۲) ابن شاہینؒ اور ابن حبانؒ نے ان کو اپنی کتاب ''ثقات'' میں درج کیا ہے۔نیز امام شعبیؒ فرماتے ہیں ''لم یکن یکذب فی الحدیث انما کان کذبه فی رایه'' (تہذیب لابن حجرؒ ج ۱ ص ۴۱۰، ۴۱۲) یعنی ان کی رائے کے متعلق تو یہ کہا جاسکتا ہے لیکن حدیث میں حارث جھوٹے نہیں۔تعجب ہے کہ ابن حجرؒ کی کتاب ''تہذیب'' میں تو یہ حوالے بھی موجود ہیں لیکن صلاح الدین صاحب نے صرف اپنے مطلب کا حوالہ لے لیا اور محدثین کی پوری جرح نقل نہ کی۔کیا یہ خیانت بھی صلاح الدین کے محدثانہ اصولوں میں داخل ہے...؟ جناب حافظ صاحب یہ بھی یاد رکھیں کہ اس روایت کے مطابق امت کا ''اجماع'' ہے۔اور جس حدیث پر امت کا اجماع واقع ہو جائے وہاں سند حدیث کی بھی ضرورت نہیں ہوتی۔اس پر مفصل بحث گزشتہ جواب میں گزر چکی ہے وہیں دیکھ لیں۔

حضرت حارثؒ بہت بڑے تابعی ہیں حضرت علیؓ کے اولین شاگردوں میں داخل ہیں اور یہ بات تو آپ جان ہی چکے ہیں کہ تابعی ''خیر القرون'' کے لوگ ہیں اور خیر القرون کے لوگوں پر کسی بھی قسم کی جرح نہیں ہوسکتی۔اس تفصیل سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ حضرت حارثؒ اور حضرت علیؓ کی یہ

روایت بالکل صحیح اور درست ہے۔

مفتی سکھروی صاحب کی آٹھویں دلیل

عن ابن عباسؓ انه سئل عن صلاة المرأة قال تجمع وتحفز (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۰۲) حضرت ابن عباسؓ سے عورت کی نماز سے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ (سب اعضاء کو) ملالے اور سرین کے بل بیٹھے۔

صلاح الدین صاحب کے پاس اعتراضات ختم ہوچکے تھے اس لئے اس روایت کے متعلق پہلی بات یہ کی کہ ''آٹھواں اثر حضرت ابن عباسؓ کا ہے جس کا کوئی حوالہ درج نہیں۔ہم نے اپنے طور پر کچھ مظان دیکھے لیکن یہ اثر نہیں ملا'' (ایضا ۳۹) ممکن ہے کہ یہ اثر بھی حضرت مفتی صاحب کے حوالے کے بغیر ہی درج ہوگیا ہو۔لیکن یہ روایت احادیث کی کتب میں موجود ہے۔جناب نے جو ''مظان'' دیکھے ان میں سے ایک کا نام ''مصنف ابن ابی شیبہ'' بھی ہوگا۔اس میں ہمارے درج شدہ حوالے کے مطابق روایت ابن عباسؓ موجود ہے ایک دفعہ پھر ''مظان'' دیکھنے کی تکلیف فرمالیں۔

گمان غالب یہی ہے کہ اگر اس روایت کا حوالہ لکھا ہوتا تو حافظ صاحب اس حدیث پر بھی طبع آزمائی کرتے ہوئے اسے ''ضعیف'' ثابت کرنے کی بھرپور کوشش فرماتے اس لئے ہم پہلے ہی عرض کئے دیتے ہیں کہ اس روایت کے تمام راوی بخاری، مسلم اور سنن اربعہ کے راوی ہیں۔آئمہ رجال نے ان کو ''ثقه، عالم وفاضل اور وهو کبار شیوخ بخاریؒ'' قرار دیا ہے (تقریب التہذیب ج ۱ ص ۳۲۲) لہٰذا یہ روایت بھی احناف کی مضبوط دلیل ہے۔ہاں اگر صلاح الدین صاحب کو نماز میں عورتوں کے سمٹنے اور جمع ہونے کی سمجھ نہیں آئی تو وہ کسی حنفی عالم دین کے پاس بیٹھ کر اسے اچھی طرح سمجھ لیں۔تاکہ خواتین کی نماز خراب نہ ہو۔

اہل حدیثوں کی دوسری دلیل کا جواب

حضرت مفتی صاحب کی نقل کردہ تمام احادیث اور روایات صحابہؓ وتابعینؒ کو رد کرتے ہوئے صلاح الدین صاحب نے صحیح بخاری کی ایک ایسی روایت پیش کی جس کا تعلق مردوں کے ساتھ ہے مثلاً صلاح الدین صاحب لکھتے ہیں کہ ''آپ ﷺ نے فرمایا ''اعتدلوا فی السجود ولا ینبسط احدکم ذراعیه انبساط الکلب'' سجدے میں اعتدال برتو تم میں سے کوئی شخص

بھی سجدے میں اپنے بازو (زمین پر) اس طرح نہ بچھائے جیسے کتا بچھاتا ہے" (ایضا ۴۰) اس روایت کو نقل کر کے مرد و عورت کی نماز پر فٹ کو دیا۔ حالانکہ اس حدیث کو روایت کرنے والے جلیل القدر تابعی حضرت قتادہؒ نے فرمایا "اذاسجدت المرأة فانها تضم مااستطاعت ولا تتجافی لکیلا ترفع عجیزتها" (مصنف عبدالرزاق ج۳ ص۱۳۷) یعنی عورت سجدہ کرے تو ممکنہ حدتک جسم ملا کر رکھے اور اعضاء کو کھلا کھلا اور جدا نہ رکھے تاکہ اس کی سرین اوپر نہ اٹھی رہ جائے۔ یہ روایت بھی بخاری اور مسلم کے راویوں پر مشتمل ہے اس میں حضرت قتادہؒ جیسے تابعیؒ مرد و عورت کی نماز کے فرق کو بیان فرما رہے ہیں پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ حضرت قتادہؒ بخاری کی اس روایت کے راوی ہونے کے باوجود مرد و عورت کی نماز میں فرق بیان کریں.....؟ اگر بخاری کی اس حدیث کا مطلب "مرد و عورت کی نماز ایک جیسی ہے" والا لیا جائے تو اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ حضرت قتادہؒ نبی کریم ﷺ کی حدیث کے خلاف فتوی دیتے تھے کیا یہ ہوسکتا ہے.....؟ کیا صلاح الدین صاحب کے پاس بھی بخاری کی اس روایت پر کوئی ایسا قرینہ ہے جو مرد و عورت کی نماز کے ایک جیسی ہے پر دلالت کر رہا ہو.....؟ یا بخاری کی اس روایت کے کسی راوی نے اس حدیث سے "مرد و عورت کی نماز ایک جیسی ہے" پر استدلال کیا ہو اگر ہے تو اسے سامنے لائیں.....؟ معلوم ہوا کہ اس روایت سے مرد و عورت دونوں کی نماز مراد نہیں جیسا کہ غیر مقلدین کہتے ہیں بلکہ صرف مردوں کی ہی نماز مراد ہے۔

امام نوویؒ اور مرد و عورت کی نماز کا فرق

امام نوویؒ کا حوالہ دیتے ہوئے حافظ صلاح الدین نے یوں لکھا "اس حدیث پر امام بخاری اور مسلم نے جو باب باندھے ہیں اس سے سجدے کی کیفیت بالکل واضح ہو جاتی ہے" (ایضا ۴۰) امام نوویؒ شافعی المسلک ہیں ان کے نزدیک بھی مرد و عورت کی نماز میں فرق ہے اگر "بخاری کی اس روایت کا مطلب امام نوویؒ کے نزدیک بھی وہی ہوتا جو صلاح الدین صاحب لے رہے ہیں تو امام نوویؒ اپنی کتاب میں یوں نہ فرماتے "ویسنّ للرجل ان یجافی مرفقیه عن جنبه ویسن للمرأة ضمّ بعضها الی بعض وترك المجافاة" (شرح المهذب ج۳ ص۴۰۴ صفة الرکوع) یعنی مرد کیلئے یہ ہے کہ وہ اپنی کہنیوں کو اپنے پہلوؤں سے جدا رکھے اور عورت کیلئے ان اعضاء کا ایک دوسرے کے ساتھ ملانا اور اعضاء کا کشادہ اور جدا نہ رکھنا سنت ہے۔ امام نوویؒ کی اس واضح عبارت سے

یہ بات عیاں ہوگئی کہ مسلم کا باب باندھنے سے ان کی مراد مرد و عورت کی نماز ایک جیسی ثابت کرنا نہیں اگر ایسی بات ہوتی تو امام نوویؒ اپنی کتاب "شرح مہذب" میں مرد و عورت کے سجدے کی کیفیت کو کبھی بھی فرق کے ساتھ بیان نہ کرتے۔

ابوحمید ساعدیؓ کی روایت بھی غیر مقلدین کی دلیل نہیں

امام بخاریؒ کی اس روایت سے بھی مرد و عورت کی نماز مراد نہیں لی جاسکتی کیونکہ انہوں نے اس طرف باریک سا بھی اشارہ نہیں کیا اور پھر اگر ایسا ہوتا تو امام بخاریؒ کے استاد حضرت ابوبکر ابن ابی شیبہؒ اور امام عبدالرزاقؒ مرد و عورت کی نماز میں فرق نہ کرتے اور صحیح بخاری کے بیسیوں راوی بھی مرد و عورت کی نماز میں کوئی فرق نہ کرتے۔ معلوم ہوا کہ امام بخاریؒ کی اس روایت کا وہ مطلب نہیں جو حافظ صاحب لے رہے ہیں۔ حافظ صاحب نے اس روایت میں ابوحمید ساعدیؓ کی صرف ایک ہی بات نقل کی جبکہ دوسری بات کو نظر انداز کر گئے۔ کیا اس روایت میں حضرت ابوحمید ساعدیؓ نے صرف ایک ہی دفعہ کے "رفع یدین" کا تذکرہ نہیں کیا.....؟ کیا غیر مقلدین بھی ایک ہی جگہ رفع یدین کے قائل ہیں.....؟ اگر نہیں تو کیا یہ روایت ان کی دلیل بن سکتی ہے.....؟ اور اگر برا نہ منائیں تو یہ بھی بتلا دیجئے کہ صلاح الدین صاحب امام نوویؒ اور امام بخاریؒ کے مقلد کب سے بن گئے.....؟

ابن حجرؒ اور علامہ ابن دقیق العیدؒ کا حوالہ.....؟

حافظ ابن حجرؒ شافعی المسلک ہیں اس لئے ان کو اس مسئلہ میں شافعی مذہب پر ہی قیاس کیا جائے گا ہاں انہوں نے مرد و عورت کے درمیان سجدہ کرنے کی کیفیت میں اگر کہیں "فرق کرنے سے روکا ہے" تو اس کا حوالہ آپ دیکھا دیں۔ رہی بات علامہ دقیق العیدؒ کی تو انہوں نے بڑی صراحت کے ساتھ یہ لکھا ہے کہ "قالوا المرأة تضم بعضها الی بعض لان المقصود منها التصوّن والتجمع والتستّر وتلک الحالة اقرب الی ھذا المقصود" (احکام الاحکام ج۱ التجافی الیدین عن الجنبین) فقہاء اور علماء کا قول ہے کہ عورت اپنے اعضاء کو باہم ملا کر رکھے اس لئے کہ شریعت کی طرف سے اس کے حق میں مقصود یہ ہے کہ اس کی ہر طرح کے فتنے سے حفاظت رہے اور سمٹ کر نماز پڑھے اور پردے کا اہتمام کرے اور اعضاء کو باہم ملا کر رکھنے کی حالت اس پردہ اور فتنہ سے حفاظت کے مقصود کے زیادہ قریب ہے۔

اب بتلائیں صلاح الدین صاحب کہ علامہ دقیق العیدؒ کی اس حدیث سے اگر وہی مراد لی جائے جو آپ فرمارہے ہیں تو اس کا صاف مطلب تو یہ ہوا کہ ابن دقیقؒ نے اپنی کتاب ''احکام الاحکام'' میں یہ بات غلط لکھ دی ہے....؟ حالانکہ ایسا ہو نہیں سکتا۔ لہٰذا ابن دقیقؒ کی اس ''اپنی'' عبارت کو دیکھ کر یہی فیصلہ دیا جائے گا کہ ابن دقیق العیدؒ بھی مرد وعورت کی نماز میں ''سترعورت'' کی بنیاد پر فرق کرتے تھے

صلاح الدین، غیر مقلدین اور احادیث کا انکار

یہ تھیں مفتی صاحب کی آٹھ دلیلیں۔ جو صحیح احادیث نبوی ﷺ، روایات صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین وتبع تابعین رحمھم اللہ کے آثار پر مشتمل تھیں۔ مگر حافظ صلاح الدین نے ان تمام احادیث کو یکسر (نعوذ باللہ) رد کرتے ہوئے لکھا ''احادیث کے نام سے انہوں نے جو کچھ پیش کیا انہیں ''احادیث'' کہنا اور ''احادیث'' باور کرانا جھنم کی وعید کا مستحق بنتا ہے'' (ایضاص ۴۲) استغفر اللہ صلاح الدین صاحب کے اس جملے سے آپنے اندازہ لگالیا ہوگا کہ وہ کس حد تک گر چکے ہیں ہمیں یقین نہیں آتا کہ وہ مسلکی بندھنوں کے ہاتھوں مجبور ہوکر احادیث رسول ﷺ، روایات صحابہؓ اور آثار تابعینؒ وتبع تابعینؒ تک کا انکار کردیں گے۔ کیا یہ اہل حدیث ہیں یا منکر حدیث....؟

محدثینؒ وآئمہ مجتہدینؒ نے بھی ان احادیث سے استدلال کیا

صلاح الدین صاحب نے تو ان احادیث کا انکار کیا ہے لیکن بیسیوں محدثینؒ اور آئمہ مجتہدینؒ نے حضرت مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب کے دلائل کی بہت پہلے کی تصدیق کی ہوئی ہے۔ گویا ان احادیث کو صرف احناف ہی نہیں مانتے بلکہ امت کے جلیل القدر ''شیوخ'' بھی مانتے ہیں۔ چنانچہ امام نوویؒ، محدث عبدالرزاقؒ، محدث ابن ابی شیبہؒ، امام محمد بن حسن شیبانیؒ، امام بیہقیؒ، مفسر ومحدث امام جلال الدین سیوطیؒ، علامہ ابن دقیق العیدؒ، علامہ بدرالدین عینیؒ، ملاعلی قاریؒ، علامہ سرخسیؒ، علامہ ابن نجیمؒ، ابن قدامہؒ، علامہ ابن رجبؒ، علامہ صاویؒ مالکی، علامہ منصور بن یونس حنبلیؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ جیسے جلیل القدر محدثین اور فقہاء کرام اور ان کے پیروکاروں نے ان احادیث سے استدلال بھی کیا اور ''مرد وعورت کی نماز میں فرق'' کو بھی مانا ہے۔ لہٰذا حضرت مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب کی طرف سے پیش کردہ احادیث بالکل صحیح ہیں اور صلاح الدین صاحب کی طرف سے ان کا انکار سراسر گمراہی اور فی النار والسقر ہے۔

کیا ہر مسئلہ پر غیر مقلدین صحیح حدیث دیکھا سکتے ہیں....؟

احادیث رسول کا انکار کرنے کے بعد حافظ صاحب نے عرب کے بڑے بڑے شیوخ کی ''فقہ حنفی'' پر لکھی ہوئی کتب کا رد کرنا شروع کیا چنانچہ انہوں نے ''(۱) فقه الحنفي في ثوبه الجديد، (۲) الفقه الحنفي وادلّه اور (۳) ارکان الاسلام فقه العبادات'' جیسی قرآن وسنت کے حوالے سے لکھی گئیں کتب کا مذاق اڑایا اور حیاء سوز زبان استعمال کی حالانکہ ان کتب فقہ میں ''قرآن وسنت'' کے اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ''فروعی مسائل'' کو حل کیا گیا ہے۔

غیر مقلدین کی عادت بن چکی ہے کہ وہ ہر مسئلہ پر ''صحیح حدیث'' کا بے جا مطالبہ کرتے ہیں حالانکہ بعض موقعوں پر صرف اصول بیان ہوتے ہیں اور انکی ''فرع'' میں بہت سے مسائل کا حل تلاش کیا جاتا ہے مثلاً شریعت نے مطلقاً ''نشہ'' کو حرام قرار دیا ہے جب یہ اصول ہمارے ہاتھ آگیا تو اب ہمارے لئے صرف ''شراب'' ہی حرام نہ رہی بلکہ ہر وہ چیز حرام ہوگئی جس میں نشہ ہو۔ اسی طرح بدعات کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے مطلق فرمایا ''كل بدعة ضلالة'' (مشکوٰۃ) کہ ہر بدعت گمراہی ہے اب ہمارے لئے بدعات کو تلاش کرنا کوئی مشکل نہیں دین میں ہر نئی چیز بدعت ہوگی اب اگر بریلوی حضرات یہ کہہ دیں کی ''گیارویں کی حرمت ثابت کرنے کیلئے صحیح حدیث درکار ہے'' تو کیا صلاح الدین صاحب کوئی ایسی حدیث دیکھا سکیں گے جس میں گیارویں کو حرام قرار دیا گیا ہو....؟ اور اگر نہ دیکھا سکیں تو کیا گیارویں جائز ہو جائے گی......؟ اگر کوئی صلاح الدین صاحب سے بھینس کے ''دودھ'' حلال ہونے کے متعلق ''صحیح حدیث'' طلب کرلے تو کیا وہ دیکھا سکتے ہیں....؟ اگر نہیں دیکھا سکتے اور یقیناً نہیں دیکھا سکتے تو پھر ''قیاس شرعی'' کے ذریعے ہی اس کا حکم تلاش کریں گے۔ اور یہی ہم کہتے ہیں۔

نماز میں ''سترِ عورت'' کے اصول کو مدنظر رکھا گیا

عرب کے شیوخ نے اپنی کتب فقہ میں ''قرآن وسنت'' کے بیان کردہ اصولوں کو سامنے رکھتے ہوئے مسائل بتلائے انہیں مسائل میں سے ایک مسئلہ عورت کیلئے ''نماز میں ستر'' کا بھی ہے۔ امام بیہقیؒ کا حوالہ آپ نے اپنی کتاب میں خوب دیا ہے اس لئے انہیں کی بات نقل کرتا ہوں تاکہ آپ کی تسلی تام ہو جائے چنانچہ امام بیہقیؒ فرماتے ہیں ''وجماع ما يفارق المرأة فيه الرجل من احكام الصلوٰة راجع ''الى الستر'' وهو انها مامورة بكل استرلها'' (سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۲۲) یعنی نماز کے وہ

تمام احکام جن میں مرد وعورت کے درمیان فرق ہے وہ ستر کے ''اصول'' پر مبنی ہیں عورت کو حکم ہے ان تمام چیزوں کے لحاظ کرنے کا جو اس کے لئے زیادہ سے زیادہ پردے کا باعث ہوں۔ امام بیہقیؒ'' کا حوالہ اسی لئے نقل کیا گیا ہے کہ صلاح الدین صاحب نے ان کا نام لے کر عوام الناس کو دھوکے میں ڈالے رکھا۔ امام بیہقیؒ'' کی یہ عبارت صاف طور پر بتلا رہی ہے کہ مرد وعورت کی نماز میں فرق ہے اور یہ فرق عورت کیلئے ''ستر'' کے اصول پر مبنی ہے۔

گزشتہ صفحات پر تحریر کردہ احادیث نبوی ﷺ، روایات صحابہؓ اور آثار تابعینؒ کی روشنی میں فقہائے احناف اور ان تینوں ''کتب فقہ'' کے اندر مرد وعورت کی نماز میں فرق کو مختلف الفاظ میں واضح کیا گیا ہے۔ کہیں ستر کے اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے بہت زیادہ چیزیں بیان کردیں، کہیں دو چار، کسی فقیہہ نے احادیث اور آثار سے بھی اس فرق کو واضح کردیا۔ اب اگر حافظ صاحب ہر ہر فرق پر صحیح حدیث کا مطالبہ کر رہے ہیں تو ان کا یہ مطالبہ اول تو بے جا ہے اور دوئم شرعی اصولوں کے بھی خلاف ہے۔ اگر ان کے اسی مطالبے کی روشنی میں ہم صلاح الدین صاحب سے یہ پوچھیں کہ کیا وہ ہر مسئلے پر صحیح حدیث دیکھا سکتے ہیں تو یقیناً یہ ان کیلئے ناممکن ہوگا۔ اس لئے ایسا مطالبہ کرنا یا تو جہالت یا تجاہل عارفانہ۔

حافظ صلاح الدین کا مفتی صاحب پر الزام اور بدترین خیانت

حضرت مفتی سکھروی صاحب نے مذاہب اربعہ میں سے چاروں آئمہ فقہ کی عبارات مرد وعورت کی نماز میں فرق کے حوالے سے نقل کیں اور ان میں مختلف فرق بیان کئے لیکن جب حافظ صاحب کو فقہائے کرام کی ان عبارتوں کا کوئی توڑ نظر نہ آیا تو انہوں نے حضرت مفتی صاحب کی پیش کردہ ''المغنی'' لابن قدامہؒ کی عبارت پر حملہ کیا اور اس دلیل کو یوں رد کرنے لگے ''مذہب حنبلی کے بارے میں مولانا سکھروی نے فرمایا ہے کہ وہ بھی اس مسئلہ میں احناف کے مطابق ہیں لیکن اس سلسلے میں انہوں نے جو عبارت پیش کی ہے وہ بدترین خیانت کے ذیل میں آتی ہے'' (ایضاً ص۵۲)

حضرت مفتی صاحب نے جو عبارت لکی ہے پہلے وہ ملاحظہ فرمالیں ''وفی المذهب الحنابلة ،وفی المغنی ،وان صلت امرأة بالنساء قامت معهن فی الصف وسطا ،قال ابن قدامةؒ فی شرحه ،اذاثبت هذا فانها اذاصلت بهن قامت فی وسطهن لا نعلم فيه خلافا بين من رأى لها ان تؤمهن ولان المرأة

یستحب لها التجافی الخ'' (المغنی ج۲ ص۲۰۲) یہ ہے حضرت مفتی صاحب کی پیش کردہ المغنی کی عبارت۔ اس میں ''وان صلت امرأة بالنساء قامت معهن فی الصف وسطا'' کے الفاظ بھی المغنی ہی سے لئے گئے ہیں۔ اور انہی کی شرح کیلئے ''قال ابن قدامه فی شرحه'' کے الفاظ لائے۔ اس کے بعد ''المغنی'' کی وہ عبارت لکھی جو اوپر گزری۔

صلاح الدین صاحب نے بدترین خیانت کرتے ہوئے حضرت مفتی صاحب کی اس عبارت کی بجائے ابن قدامہؒ کی دوسری کتاب ''شرح الکبیر'' کی عبارت کا ترجمہ لکھ دیا۔ جس عربی عبارت کا ترجمہ حافظ صاحب نے کیا ہے اس کی بھی ایک جھلک دیکھ لیجئے ''اذا ثبت ذالک فانها تقوم وسطهن فی الصف لانعلم فی ذالک خلافا بین من رأی ان تؤمهن لان ذالک یروی عن عائشة وام سلمة رواه عن سعید بن منصور عن ام سلمة ولان المرأة یستحب لها التستر ولذالک لا یستحب لها التجافی'' (شرح الکبیر ج۲ ص۸۲ باب۲) یہ ہے شرح الکبیر کی وہ عبارت جس کا ترجمہ صلاح الدین صاحب نے بڑی چابک دستی کے ساتھ کیا اور پھر ڈھٹائی کے ساتھ حضرت مفتی صاحب کو بددیانتی کا الزام دینے لگے۔

یاد رہے کہ ابن قدامہؒ کی اس سلسلے میں دو کتابیں ہیں ایک ''المغنی'' اور دوسری ''شرح الکبیر'' دراصل علامہ ابن قدامہ نے ''شرح الکبیر'' اسی المغنی کی مزید شرح لکھی ہے حضرت مفتی صاحب نے فقط ''المغنی'' کا حوالہ دیا ہے لیکن صلاح الدین صاحب نے اردو ترجمہ کرنے کے بعد جو حوالہ لکھا وہ المغنی کا نہیں بلکہ ''شرح الکبیر'' کا ہے۔ ہم صلاح الدین صاحب کو کھلی دعوت فکر دیتے ہیں کہ وہ اہل علم کی مجلس میں بیٹھ کر حضرت مفتی صاحب کی پیش کردہ ''المغنی'' کی عبارت اور اپنی پیش کردہ ''شرح الکبیر'' کی عبارت اور ترجمہ ملا کر دیکھیں اگر ان کا پیش کردہ ترجمہ ''المغنی'' کی عبارت سے جدا نہ ہو تو ہمیں جو چاہے سزا دیں۔ لیکن اگر حضرت مفتی صاحب کی عبارت اور ہو۔ اور ان کا ترجمہ اور۔ تو پھر اس بدترین دھوکہ دہی پر امت مسلمہ سے تحریری معافی ضرور مانگیں۔

صلاح الدین کا ایک اور دھوکہ

المغنی کی عبارت کو پیش کرنے کے بعد صلاح الدین صاحب لکھتے ہیں ''بتلایئے اس عبارت

میں کہیں بھی اس فرق کی تفصیل ہے جو زیر بحث ہے اور جس کی بابت مولانا سکھروی نے دعویٰ کیا کہ حنبلی مذہب میں بھی ایسا ہی ہے" (ایضا ص۵۳) حضرت مفتی صاحب نے المغنی لابن قدامہ کی عبارت اسی ایک فرق کو واضح کرنے کیلئے نقل کی ہے کہ جو حضرات عورتوں کی باجماعت نماز کے قائل ہیں وہ بھی مرد وعورت کی نماز میں فرق "ستر" کی بنیاد پر کرتے ہیں مثلاً عورت امام ہونے کی صورت میں عورتوں کی صف سے مرد امام کی طرح آگے نکل کر نہیں کھڑی ہوگی یہ ایک واضح فرق ہے مرد وعورت کی نماز میں۔ پھر اس کے علاوہ بھی دوسرے فرق ہیں مثلاً ابن قدامہؒ نے اسی "المغنی" کے اندر مرد وعورت کی نماز میں سجدہ اور رکوع کی کیفیت میں فرق کو بیان کرتے ہوئے حضرت علیؓ اور حضرت ابن عمرؓ کی موقوف ومرفوع روایات سے استدلال کیا۔ تفصیل کیلئے دیکھیے المغنی کا صفحہ ۲۷۶ جلد نمبر۲۔ لیجئے صلاح الدین صاحب ہم نے احناف اور حنابلہ کے درمیان سجدہ کے مسئلہ پر دونوں کا اتفاق نقل کر دیا اب تو کی تسلی ہو گئی ہوگی۔

عورت کی امامت کا مسئلہ

عورتوں کی امامت کے سلسلے میں یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ اس مسئلہ میں آئمہ مجتہدین کا اختلاف پایا جاتا ہے بہرحال جمہور آئمہ اور محدثین کے نزدیک عورت امامت نہیں کروا سکتی نہ مردوں کی اور نہ ہی عورتوں کی۔ حضرت مفتی صاحب نے ہر طرح کے مسلک ومذہب سے تعلق رکھنے والے فقہاء کے مسائل کو بیان کیا اور ان حضرات کے دلائل بھی عوام الناس کے سامنے رکھ دیئے جو عورتوں کی امامت کے قائل تھے۔ گویا ان کے نزدیک بھی مرد وعورت کی نماز میں فرق ہے اور وہی فرق حضرت مفتی صاحب نے ابن قدامہؒ کے حوالے سے یہاں بیان کیا۔

الحمدللہ حنفی عورتوں کی نماز قرآن وسنت کے مطابق ہے

حضرت مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہ العالی کی کتاب "خواتین کا طریقہ نماز" پر جتنے بھی اعتراضات کئے گئے تھے۔ وہ ہم نے بتوفیق اللہ تار عنکبوت کی طرح اڑا دیئے حنفی خواتین کی نماز الحمدللہ قرآن وسنت کے عین مطابق ہے۔ مرد وعورت کی نماز میں فرق پر جتنی بھی احادیث، روایات اور آثار ہیں وہ سب کے سب صحیح اور آئمہ حدیث وآئمہ رجال کے اصولوں کے مطابق ہیں۔ حافظ صاحب نے جتنے بھی اعتراضات کئے ان کو ہم نے آئمہ رجال وآئمہ حدیث کی روشنی میں رد کیا اور حنفی عورتوں کی نماز کو درست ثابت کیا۔

صحیح حدیث کا انکار کیوں...؟

صلاح الدین صاحب نے بار بار احناف کی طرف سے پیش کی گئیں احادیث رسول ﷺ، صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کے اقوال کا انکار کیا اور اپنے "مدعیٰ" کو ثابت کرنے کیلئے بخاری کی ایک ایسی "مجمل" روایت پیش کی جو ان کے دعوے سے مطابقت بھی نہیں رکھتی۔ پھر لطف کی بات یہ ہے کہ عورتوں کی نماز میں کچھ فرق خود بھی تسلیم کیا۔ مثلاً ایک جگہ لکھتے ہیں "اللہ کے رسول نے عورتوں کے لئے نماز کا الگ طریقہ "سوائے چند باتوں کے" تجویز نہیں کیا" ایضا ص۵۹) صلاح الدین صاحب کی اس عبارت سے پتہ چلا کہ وہ خود بھی عورتوں کی نماز میں کچھ نہ کچھ فرق کے قائل ہیں اور یہی بات ہم بھی کہتے ہیں لیکن افسوس کہ احناف کی ضد میں غیر مقلدین ان صحیح احادیث کو بھی ماننے کیلئے تیار نہیں جن کو آئمہ مجتہدینؒ نے قبول کیا ہے اور آئمہ حدیث نے بھی۔ چنانچہ علامہ ابن حجرؒ ہی لکھتے ہیں "ومن جملة صفات القبول التی لم یتعرض شیخنا الحافظ یعنی زین الدین العراقیؒ ان یتفق العلماء علی العمل بمدلول حدیث فانه یقبل حتی یعمل به وقد صرح بذالک جماعة من آئمة الاصول" (الامصاح علی نکتۃ ابن الصلاح) یعنی من جملہ صفات قبولیت میں سے ایک وہ بھی ہے جس کی طرف ہمارے شیخ حافظ زین الدین عراقیؒ نے تعرض نہیں کیا وہ یہ ہے کہ علماء "مدلول" حدیث پر عمل کرنے میں متفق ہو جائیں۔ تو بس اس حدیث کو قبول کر لیا جائے گا یہاں تک کہ اس پر عمل واجب ہوگا۔ آئمہ اصول کی ایک جماعت نے اس بات کی تصریح کی ہے۔ حافظ ابن حجرؒ تو اپنے استاد کی یہ بات بطور اصول کے بیان کر رہے ہیں اور بتلا رہے ہیں کہ علماء جس حدیث پر عمل کرنے میں متفق ہو جائیں تو اس حدیث کو نہ صرف قبول کیا جائے گا بلکہ اس پر عمل کرنا واجب ہوگا۔ لیکن صلاح الدین صاحب محدثین کے اس اصول کو ماننے کیلئے تیار ہی نہیں۔ یاد رہے جو احادیث اور آثار ہم نے پیش کئے ہیں ان سے امت کے جلیل القدر فقہاء نے استدلال بھی کیا ہے اور ان پر عمل بھی کیا ہے اس لئے ان احادیث کی صحت میں کوئی شبہ نہیں۔

بخاری کی روایت غیر مقلدین کی دلیل نہیں بن سکتی

صلاح الدین صاحب نے "صلوا کما رأیتمونی اصلی" کی جس روایت سے بار بار استدلال کیا ہے اس میں تو عورت کی نماز کا ذکر تک نہیں۔ پھر اس روایت کو نامکمل بیان کرتے

اگر بخاری کی یہ مکمل روایت سامنے ہوئے انہوں نے حسب سابق علمی خیانت اور بددیانتی سے کام لیا۔ اگر بخاری کی یہ مکمل روایت سامنے رکھی جائے تو سارا جھگڑا ہی ختم ہو کر رہ جائے گا۔ کیونکہ اس روایت میں اذان اور امامت کا ذکر بھی ہے جو عورت کیلئے جائز نہیں۔ جب یہ حقیقت ہے تو پھر حافظ صلاح الدین اس روایت کو "مرد و عورت کی نماز میں کوئی فرق نہیں" پر بطور دلیل کیسے فٹ کر سکتے ہیں....؟ لہٰذا اگر اس روایت کے سیاق و سباق کو چھوڑ کر بھی لیا جائے تو اس کا مطلب یہ بنے گا کہ "نماز کے ارکان و فرائض، قرأت و تسبیحات، رکوع اور سجدوں کی تعداد، قیام و تشہد اور ذکر و اذکار میں مرد و عورت کے درمیان کوئی فرق نہیں"، لیکن نماز کی ہیئت اور کیفیت میں مرد و عورت اسی طرح فرق کریں گے جس طرح نبی کریم ﷺ، صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ نے بتلایا۔

نماز اور روزہ میں بڑا فرق ہے

عورت اور مرد کی نماز میں فرق نہ کر کے نماز جیسی عبادت کو "روزہ" جیسی عبادت پر قیاس کرنا "قیاس مع الفارق" کہلاتا ہے۔ ذخیرۂ حدیث کے اندر مرد و عورت کے روزے میں "کیفیت کے فرق پر" ایک بھی حدیث مرفوع، موقوف یا مقطوع موجود نہیں۔ جبکہ مرد و عورت کی نماز میں فرق پر تینوں قسم کی احادیث موجود ہیں۔ اس لئے مرد و عورت کی نماز میں فرق کیا جاتا ہے۔ لیکن صلاح الدین صاحب عوام الناس کو گمراہ کرنے کیلئے ایسے ایسے قیاسات سے کام لے رہے ہیں جو "قیاس" بننے کے قابل ہی نہیں۔ اللہ ہی ان کو عقل سلیم عطا فرمائے۔

ادلہ اربعہ چار ہیں اور یہی احناف کے ترتیب وار دلائل ہیں

صلاح الدین صاحب نے حضرت مفتی سکھروی صاحب کے "مرد و عورت کے درمیان" بیان کردہ آٹھ فرقوں پر چیلنج بازی کرتے ہوئے یوں فرمایا "یہ وہ آٹھ فرق ہیں جو مولانا عبدالرؤف سکھروی صاحب نے "خواتین کا طریقۂ نماز" میں بیان کئے ہیں ہمارا مطالبہ ان سے اور تمام "علمائے احناف" سے یہ ہے کہ یہ آٹھ فرق احادیث سے ثابت کر دیں" (ایضاً ص ۶۴) صلاح الدین صاحب کا یہ مطالبہ بھی ہم پورا کئے دیتے ہیں تاکہ ان کی یہ حسرت بھی باقی نہ رہے۔ لیکن ایک بات یاد رکھیں کہ احناف کے نزدیک "دلائل شرعیہ" چار ہیں (۱) قرآن (۲) حدیث و سنت (۳) اجماع امت (۴) قیاس شرعی اس لیئے ہم ترتیب وار چاروں دلائل کو لیتے ہیں اور انہی کو سامنے رکھ کر بات کرتے ہیں لہٰذا احناف سے صرف "صحیح حدیث" کا مطالبہ کرنا محض عوام الناس کو دھوکہ دینے کے مترادف ہے۔ ہاں یہ مطالبہ ہم ان

سے کر سکتے ہیں کیونکہ صلاح الدین صاحب اور ان کی جماعت غیر مقلدین کا یہ دعویٰ ہے کہ

اہل حدیث کے دو اصول... قال اللہ اور قال رسول

اس دعوے کے مطابق تو ہر ہر مسئلہ پر یہی حضرات "صحیح حدیث" دیکھا سکتے ہیں حافظ صاحب تو... الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے... والی بات کرتے ہیں۔ بہرحال آیئے ذیل کی سطور میں ان آٹھ مسائل کو دلائل شرعیہ اربعہ کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

مرد و عورت کے ہاتھ اٹھانے کے فرق پر حدیث

(۱) مرد تکبیر تحریمہ کے رفع یدین میں کانوں تک ہاتھ اٹھائے اور عورت کندھوں یا چھاتیوں تک۔ حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اذا صلیت فاجعل یدیک حذاء اذنیک والمرأة تجعل یدیها حذاء ثدییها" (معجم طبرانی ج ۱۲ ص ۱۸ حدیث نمبر ۱۱۹۶۴۰) یعنی جب تم نماز شروع کرو تو اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاؤ اور عورت اپنے دونوں ہاتھ اپنی چھاتیوں تک اٹھائے۔ اس حدیث پر تفصیلی بات گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہے۔

مرد و عورت کے ہاتھ باندھنے کے فرق پر حدیث اور اجماع امت

(۲) مرد ناف کے نیچے ہاتھ باندھے اور عورت سینے پر اس طرح کہ داہنے ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر آجائے۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے "السنة وضع الکف علی الکف تحت السر" (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۹۰، مسند احمد ج ۱ ص ۱۰۰) یعنی نماز کی سنت میں سے ہے کہ (دائیں) ہاتھ کو (بائیں) ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے۔ اسی طرح حضرت وائل ابن حجرؓ سے بھی ایک روایت یوں ملتی ہے "رأیت النبی ﷺ وضع یمینه علی شماله فی الصلوٰة تحت السر" (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۹۱) یعنی میں نے دیکھا نبی کریم ﷺ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے۔ ان روایات کی تفصیل بھی پیچھے گزر چکی ہے

عورت کہاں ہاتھ باندھے گی اس میں امت کا اجماعی مسئلہ یہی ہے کہ وہ "سینے" پر ہاتھ باندھے گی اس سلسلے میں وہی روایات مدنظر رکھیں جو "ستر عورت" کے حوالے سے گزری ہیں۔ علامہ عبدالحی لکھنویؒ نے اپنی معروف کتاب "السعایہ" میں اس مسئلہ پر "اجماع امت" نقل کیا ہے (السعایہ ج ۲ ص ۱۵۶) اسی طرح فقہ کی مشہور کتاب الکبیری میں بھی لکھا ہے (الکبیری ص ۳۰۱) اور یہ بات بھی

ذہن نشین رہے کہ قرآن پاک میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ''اجماع امت'' سے ٹکرانے والوں کو ''ونصلہ جہنم'' کی بشارت سنائی ہے (سورۃ نساء ایت نمبر ۱۱۵) جولوگ اپنا ٹھکانہ جہنم کی آگ بنانا چاہتے ہیں وہ اجماع امت کی مخالفت کرتے رہیں اور جو جہنم سے بچنا چاہتے ہیں وہ اجماع امت کو مان لیں۔ اجماع سے مراد اہل علم کا اجماع ہے نہ کہ جاہلوں کا۔

مرد وعورت کے سجدے کی کیفیت میں فرق پر حدیث

(۳) مرد سجدے میں اپنے بازو زمین پر بھی نہ رکھے اور اپنے پہلوؤں کے ساتھ بھی نہ ملائے لیکن عورت سمٹ کر اور زمین سے اس طرح چمٹ کر سجدہ کرے کہ پیٹ رانوں سے بالکل مل جائے نیز پاؤں کو کھڑا کرنے کی بجائے انہیں دائیں طرف نکال کر بچھادے۔

اس سلسلے میں دونوں قسم کی احادیث ملاحظہ فرمالیں۔ حضرت ابن عمرؓ سے مرفوع حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم نماز پڑھتے ہو تو اپنے ہاتھوں کو یوں نہ پھیلاؤ جیسے درندہ پھیلاتا ہے ''وادعم علی راحتیک وجاف مرفقیک عن ضبعیک'' (طبرانی بحوالہ شرح اعلاء السنن ج۱ ص۲۱۸، مجمع الزوائد ج۱ ص۱۹۲، وصححہ الحاکم فی المستدرک ج۱ ص۲۲۷) اور اپنی ہتھیلیوں پر سہارا کر اور اپنی کہنیوں کو اپنے پہلوؤں سے الگ رکھ۔ اور حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اذا سجدت فضع کفیک وارفع مرفقیک'' (صحیح مسلم ج۱ ص۱۹۴) جب تو سجدہ کرے تو اپنے ہاتھوں کو زمین پر رکھ اور اپنی کہنیوں کو اٹھا کر۔

عورت کیلئے خوب سمٹ کر سجدہ کرنے کا حکم نبوی ﷺ حضرت ابن عمرؓ ہی کی مرفوع حدیث میں یوں ملتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''اذا جلست المرأۃ فی الصلوٰۃ وضعت فخذھا علی فخذھا الاخریٰ، فاذا سجدت الصقت بطنھا علی فخذھا کاستر مایکون، فان اللہ تعالیٰ ینظر الیھا یقول، یاملٰئکتی! اشھدکم انی قد غفرت لھا'' (سنن بیہقی ج۲ ص۲۲۳، الکامل لابن عدی ج۲ ص۲۰۴، کنز العمال ج۷ ص۵۴۹) یعنی رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نماز کے دوران جب عورت بیٹھے تو (دونوں پاؤں ایک طرف نکال کر) اپنی ایک ران کو دوسری ران پر رکھے اور جب سجدہ میں جائے تو اپنے پیٹ کو اپنی دونوں رانوں سے ملالے، اس طرح کہ اس کیلئے زیادہ سے زیادہ پردہ ہو جائے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کی

طرف (رحمت کی نظر سے) دیکھتے ہیں اور فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ اے فرشتو تم گواہ رہو میں نے عورت کی بخشش کر دی۔ اس حدیث میں بھی ''ستر عورت'' ہی کو مد نظر رکھا گیا ہے، روایت ھذا کی مکمل بحث پیچھے گزر چکی ہے اس لئے وہیں پر مراجعت فرمائیں۔

حضرت ابو سعید خدریؓ سے ایک مرفوع حدیث اس طرح ملتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ''...وکان یأمر الرجال ان یتجافوا فی السجود ھم ویأمر النساء یتخفضن فی سجود ھن'' (سنن بیہقی ج۲ ص۲۲۳ قال ابو بکر بیہقیؒ ھذا حدیث مشہور) یعنی مردوں کو حکم دیا کرتے تھے کہ خوب کھل کر سجدہ کریں اور عورتوں کو حکم دیا کرتے تھے کہ وہ خوب سمٹ کر سجدہ کریں۔ اس حدیث پر تفصیل بھی پیچھے گزر چکی ہے۔

سجدوں میں بیٹھنے کا طریقہ احادیث سے استنباط کیا ہے

(۴) خواتین پہلے سجدے سے اٹھ کر بائیں کولہے (کو زمین) پر رکھیں اور دونوں پاؤں دائیں طرف کو نکال دیں اور دائیں پنڈلی کو بائیں پنڈلی پر رکھیں۔ ظاہر ہے کہ جب عورت حدیث کی رو سے ''ستر عورت اور سمٹنے'' کے پیش نظر اپنی دائیں ران کو بائیں ران پر رکھے گی تو بائیں ''کولہے'' ہی کی طرف اس کا جھکاؤ ہوگا نیز اسی پر پہلے بیٹھے گی اور اپنے دونوں گھٹنے بھی ملا لے گی۔ یہ سب کچھ ''ستر اور سمٹنے کی حدیث'' پر ہی تو قیاس ہو رہا ہے پھر اس نماز کے ''طریقہ نسوانی'' کو چیلنج کرنا آئمہ مجتہدین اور فقہاء امت کو چیلنج کرنے کے مترادف ہے۔ جو یقیناً گمراہی کی طرف لے جانے والا ہے۔

قعدے اور رکوع کا طریقہ حدیث پر قیاس ہے

(۵) قعدے میں بیٹھنے کا طریقہ وہی ہوگا جو سجدوں کے بیچ میں بیٹھنے کا ذکر کیا گیا ہے حضرت مفتی صاحب نے بالکل صحیح لکھا ہے اس کو بھی پہلے مسئلہ پر احادیث کی رو سے قیاس کیا گیا ہے۔

(۶) خواتین رکوع میں معمولی جھکیں کہ دونوں ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں، مردوں کی طرح خوب اچھی طرح نہ جھکیں۔ ظاہر ہے اس طرح عورت کا ستر زیادہ پوشیدہ رہے گا۔ اس میں بھی پردہ ہی کی حدیث کو مد نظر رکھا گیا ہے۔

ہاتھوں کی انگلیوں اور ٹخنوں کا ملانا بھی حدیث سے استنباط ہے

(۷) خواتین گھٹنوں پر ہاتھ کی انگلیاں ملا کر رکھیں۔ مردوں کی طرح کشادہ کر کے گھٹنوں کو نہ

پکڑیں اور گھٹنوں کو (ذرا آگے) کو جھکا لیں اور اپنی کہنیاں بھی پہلو سے خوب ملا کر رکھیں۔ یہ حکم بھی ''خوب سمٹ کر نماز پڑھنے'' والی حدیث ہی پر قیاس کیا گیا ہے۔

(۸) خواتین رکوع میں دونوں پاؤں کے ٹخنے ایک دوسرے سے ملا کر رکھیں۔ یہ بھی سمٹ کر نماز پڑھنے کی ہی حدیث پر قیاس کیا گیا ہے۔ جس کی تفصیل گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہے۔

آخری گزارش

ان آٹھ فرقوں میں سے بعض پر عمل کرنا ضروری اور بعض پر مستحب ہے اسی لئے فقہائے کرام نے تین، پانچ اور آٹھ فرق بیان کئے۔ عورتوں کی نماز کی ان تمام صورتوں کو فقہاء کرام نے انہیں احادیث مرفوعہ، موقوفہ اور مقطوعہ سے استنباط کیا ہے جو گزشتہ صفحات میں تفصیل سے گزر چکی ہیں لیکن صلاح الدین صاحب نے جس بے دردی کے ساتھ فقہائے کرام اور مفتیان عظام کی بیان کردہ احادیث اور مسائل شرعیہ کا مذاق اڑایا ہے اس کا تو وہ عنداللہ جواب دے ہونگے۔ البتہ ہم نے ''مرد وعورت کی نماز میں فرق'' کو قرآن وسنت اور اجماع امت وقیاس شرعی کی روشنی میں پوری تفصیل سے آپ کے سامنے لکھ دیا ہے اسے پڑھیں اور غیر مقلدین کی شاطرانہ چالوں سے آگاہی حاصل کریں۔

....

....